حافظ مُبشّر حسین حفظہ اللہ

انسان اور آخرت

حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

زیر نظر کتاب ہمارے کتابی سلسلہ 'اصلاحِ عقائد' کی آٹھویں کتاب ہے۔ اس کتاب میں موت اور موت کے ساتھ ہی شروع ہو جانے والے جملہ اُخروی مراحل کا بیان ترتیب، اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عقیدہ وکلام کے مباحث میں اس موضوع کے لیے 'ایمان بالآخرۃ' یا 'عقیدۂ آخرت' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ایمانیات کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس سے انکار کفر ہے۔

ہم نے 'سلسلۂ اصلاحِ عقائد' کی گزشتہ کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی عقیدۂ آخرت کے موضوع کو کلامی مباحث کی پیچیدگیوں سے اعراض کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت سادہ اور عام فہم زبان میں پیش کیا ہے تاکہ اردو زبان پڑھنے اور سمجھنے والے ایک عام آدمی کو بھی ایمانیات کے اس رکن عظیم سے ممکنہ حد تک واقفیت ہو سکے اور اس کی روشنی میں وہ اپنی آخرت کی بہتری کے لیے دنیوی زندگی میں مناسب تیاری کر سکے۔

زیر نظر کتاب میں بنیادی طور پر درج ذیل عنوانات کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے:

۱۔ موت اور اس کے متعلقات۔
۲۔ قبر اور برزخی زندگی۔
۳۔ علاماتِ قیامت اور مناظرِ قیامت۔
۴۔ حشر ونشر۔
۵۔ شفاعت۔
۶۔ روزِ جزا اور حساب کتاب۔
۷۔ حوضِ کوثر۔
۸۔ پلِ صراط۔
۹۔ جنت۔
۱۰۔ جہنم۔

زیر نظر موضوع کے بعض پہلوؤں پر فقہی اور بعض پر کلامی نقطۂ نظر سے کئی ایک اختلافات اہل علم میں شروع سے رہے ہیں۔ ہم نے اختصار اور مقصدیت کے پیش نظر ان اختلافات میں سے فقہی پہلو کو قصداً نظر انداز کر دیا ہے جبکہ عقیدہ وکلام کے پہلو سے جو اختلافی مسائل اہل علم ودانش کے ہاں زیر بحث رہے یا رہتے ہیں، ان پر تمام تر تفصیلات مہیا کر دینے اور کتاب کو ثقیل بنا دینے کی بجائے مختلف نقطہ ہائے نظر کی صرف نشاندہی کر دینے اور راجح نقطۂ نظر کی وضاحت کر دینے کی حد تک اپنے آپ کو محدود رکھا ہے اور کوشش یہی کی ہے کہ کتاب کا اسلوب ایک عام گنہگار اور اُخروی انجام سے غافل شخص کو ہر ہر صفحے پر فکرِ آخرت کی نصیحت کرتا دکھائی دے۔ اللہ کرے ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں اور یہ کتاب لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے، آمین!

(حافظ مبشر حسین، لیکچرر، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد)

فہرست مضامین

باب ۱

انسان اور موت

......☆......

فصل ۱

موت ایک اٹل حقیقت ہے

اس بات سے آج تک کوئی انکار نہیں کر سکا کہ 'موت ایک اٹل حقیقت ہے'۔ جسے زندگی ملی، اسے موت سے بھی دوچار ہونا پڑا، جو آج زندہ ہے کل کو اسے مرنا ہے۔ ذیل میں چند ایک وہ قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱)...... ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیے جاؤ گے''۔

(۲)...... ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔ ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم نے (مرنے کے بعد) ہمارے ہی پاس آنا ہے''۔ [سورۃ الانبیاء: ۳۵]

(۳)...... ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ [سورۃ الزمر: ۳۰]

''(اے پیغمبرؐ!) یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں''۔

(۴)...... ﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [سورۃ الجمعۃ: ۸]

''(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے! بے شک یہ موت جس سے تم بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو، بہر صورت تمہیں پہنچ کر رہے گی۔ پھر تم ہر ظاہر و باطن کا علم رکھنے والے (اللہ) کے حضور پیش کیے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کیے ہوئے تمام کاموں سے باخبر کرے گا''۔

(۵)...... ﴿أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ﴾ [سورۃ النساء: ۷۸]

''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو''۔

زندگی اور موت حادثاتی کھیل نہیں

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اور یہ کائنات حادثاتی طور پر خود بخود پیدا ہو گئی تھی، موت کے بارے میں بھی ان کی سوچ یہی ہے کہ یہ سب کچھ خود بخود فنا ہو جائے گا۔ لیکن اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ نہ یہ کائنات حادثاتی طور پر بنی ہے اور نہ ہی انسان خود بخود پیدا ہو گیا ہے، بلکہ اس کائنات کا ایک خالق و مالک ہے، جس نے خاص مقصد کے تحت اس کائنات اور اس میں بسنے والوں کو وجود بخشا ہے۔ اسی کے حکم سے انسان پیدا ہوتا اور اسی کے حکم سے مرتا ہے۔ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرے اور جو زندگی اسے ملی ہے، اسے اپنے خالق و مالک کے حکم کے مطابق بسر کرے۔ گویا زندگی انسان کے لیے ایک مہلت ہے اور اس میں انسان کی آزمائش بھی ہے کہ وہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق گزارتا ہے یا من مانی کرتا ہے۔ یہی بات قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ [سورة الملك:٢]

''جس (اللہ) نے موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے''۔

جب انسان کی روح نکال لی جاتی اور اسے موت دے دی جاتی ہے تو اسی لمحے یہ مہلت ختم ہو جاتی ہے۔ اس مہلت سے اگر انسان نے فائدہ اٹھایا اور اگلی زندگی کی بہتری کی کوشش کی تو وہ کامیاب اور اگر اس مہلت سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکا تو اگلی زندگی میں بھی وہ نقصان اٹھانے والوں کی صف میں ہوگا۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ زندگی کی یہ مہلت ہر شخص کو صرف ایک ہی مرتبہ ملتی ہے، دوبارہ یہ مہلت نہیں ملتی۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی جب موت آتی ہے تو وہ دنیا میں جانے اور نیک عمل کرنے کی مہلت مانگتا ہے، اور فاسق کو جب موت آتی ہے تو وہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کی مہلت مانگتا ہے، مگر دونوں میں سے کسی کو بھی مہلت نہیں دی جاتی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾ [سورة المؤمنون: ٩٩، ١٠٠]

''جب ان (گنہگاروں) میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو وہ کہتا ہے: ''اے میرے پروردگار! مجھے

واپس لوٹا دے تا کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کروں''۔ (مگر اللہ فرماتے ہیں) ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، (اب) ان کے پس پشت تو ایک حجاب (برزخ) ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک''۔

ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے مگر اسے معلوم نہیں

یہ زندگی چونکہ امتحان کے لیے ہے، اس لیے اس زندگی کے خاتمہ سے پہلے کسی انسان کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ اس کا کتنا وقت اور کتنی عمر باقی رہ گئی ہے تاکہ وہ یہ نہ سوچے کہ جب زندگی بالکل اختتام کو پہنچ جائے گی تب توبہ کر کے اللہ کے مطیع فرمان بندوں میں شامل ہو جاؤں گا اور اس سے پہلے جو چاہوں من مانی کرتا رہوں۔ بلکہ انسان سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ ہر لحہ موت کے لیے تیار رہے۔ اور اس بات کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے کہ ایک انسان کو کب، کہاں اور کیسے موت آئے گی، تاہم ہمیں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ جب موت کا وقت آجائے گا تو پھر اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، حتی کہ ایک لحہ اور ایک سانس کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے مختلف آیات میں اس طرح بیان کیا ہے:

(۱)...... ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا﴾ [سورة آل عمران:١٤٥]

''کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا، موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے''۔

(۲)...... ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ [سورة الاعراف:٣٤]

''اور ہر گروہ کے لیے ایک میعاد معین ہے پس جس وقت ان کی میعاد معین آجائے گی اس وقت وہ ایک ساعت بھی نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے''۔

(۳)...... ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتٰبٌ مَّعْلُوْمٌ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ [سورة الحجر: ٤، ٥]

''کسی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لیے مقررہ نوشتہ تھا۔ کوئی گروہ اپنی موت سے نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے''۔

انسانی عمر کی اوسط حد کیا ہے؟

کسی شخص کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی کل عمر کتنی ہے اور نہ ہی کوئی شخص یہ جان سکتا ہے کہ اسے کب اور کس لمحے موت آ جائے گی، لیکن اتنا ضرور ہے کہ عام طور پر ایک انسان کو تقریباً ساٹھ سے ستر سال کی عمر دی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ اَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ))[1]

"میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر (سال) کے درمیان ہیں اور بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو ستر سے تجاوز کریں گے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَمَّرَهُ اللّٰهُ سِتِّیْنَ سَنَةً فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَیْهِ فِی الْعُمُرِ))[2]

"جسے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال عمر دے دی، تو اس کے لیے پھر عمر کے سلسلہ میں کوئی عذر نہیں چھوڑا"۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں جانے کے بعد ہی اخروی زندگی کی تیاری کرے، اور اس سے پہلے موت، آخرت اور اللہ کی پکڑ سے غافل ہو جائے، بلکہ یہ ہر اس شخص کے لیے حماقت اور بے وقوفی کی بات ہے جو ایسا کرتا ہے، اس لیے کہ موت اس سے پہلے بھی آ سکتی ہے۔

موت کو ہمیشہ یاد رکھنا اور ہر دم اس کے لیے تیار رہنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک انصاری آدمی آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کہا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مومنوں میں سے کون سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا: مومنوں میں سے سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَ اَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اِسْتِعْدَادًا، اُولٰئِكَ الْاَكْیَاسُ))[3]

"جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے خوب اچھی طرح تیاری

1- سلسلة الاحاديث الصحيحة، للشيخ ناصر الدين الالبانیؒ، حديث ۷۵۷۔
2- ايضاً، بذيل حديث ۱۰۸۹۔
3- ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر الموت و الاستعداد له، حديث ۴۲۵۹۔

کرے وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے۔"

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ))(۱)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لذتوں کو مٹانے والی چیز، یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو"۔

لمبی عمر اور اچھے عمل؛ سعادت مندی کی علامت ہے

اگر کسی انسان کو لمبی عمر ملے تو اسے چاہیے کہ اس عمر سے فائدہ اٹھائے اور زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے۔ ایسے لوگوں کو سعادت مند قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَاَحْسَنُكُمْ اَعْمَالًا))(۲)

"کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں بہترین (سعادت مند) لوگ کون ہیں؟ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کی عمر نسبتاً لمبی ہو اور عمل کے لحاظ سے بھی وہ تم میں سب سے اچھے ہوں"۔

زندگی کو غنیمت سمجھیں

زندگی تھوڑی ہو یا زیادہ، اسے غنیمت سمجھنا چاہیے اور یہی کوشش کرنی چاہیے کہ موت سے پہلے جتنا زیادہ ممکن ہو نیک عمل کر لیے جائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو یہی نصیحت کیا کرتے تھے، جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ))(۳)

۱۔ سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ح۲۳۰۷۔ سنن نسائی، ح۱۸۲۳۔ سنن ابن ماجه، ح۴۲۵۸۔

۲۔ السلسلة الصحيحة، ح۱۲۹۸۔

۳۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ کن فی الدنیا کانك غریب، ح۶۴۱۶۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا: ''عبد اللہ! دنیا میں مسافر یا راہ چلنے والے کی طرح زندگی گزارو''۔ چنانچہ (اس کے بعد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ (لوگو!) اگر شام کرلو تو صبح کا انتظار مت کرو اور اگر صبح کرلو تو شام کا انتظار نہ کرو اور صحت کو بیماری سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو''۔

موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے سوائے دو صورتوں کے

اسلام نہ تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ انسان دنیا کی مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے لگے اور نہ ہی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ موت سے فرار کی راہیں سوچتا اور اس کا مقابلہ کرنے سے ہمیشہ گھبراتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَ اِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ))(۱)

''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا تو امید ہے کہ اس کے اعمال میں اور اضافہ ہو جائے اور اگر وہ برا ہے تو ممکن ہے کہ وہ (مرنے سے پہلے) توبہ ہی کرلے''۔

ایک اور روایت میں ہے:

((لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَلَا یَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهٗ))(۲)

''تم میں سے کوئی شخص موت آنے سے پہلے اس کی تمنا ہرگز نہ کرے اور نہ ہی موت کی دعا مانگے''۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ دو صورتوں میں موت کی تمنا کی جاسکتی ہے:

۱)......ایک تو شہادت کی موت کی تمنا کی جاسکتی ہے، اس لیے کہ اس کی گنجائش شریعت میں موجود ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شہادت کی دعا کی ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ))

۱۔ بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ح ۵۶۷۳۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب کراھة تمنی الموت لضر نزل به، ح ۲۶۸۲۔

۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ایضاً۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں''۔ (۱)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ وہ شہادت کی یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ)) (۲)

''یا اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت کی موت نصیب فرما''۔

بعض روایات میں یہ دعا الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے جیسا کہ زید بن اسلم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ))

''اے اللہ میں تجھ سے تیرے راستے میں شہادت کا سوال کرتا ہوں اور یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ مجھے موت تیرے رسول کے شہر میں آئے''۔ (۳)

۲)...... دوسری صورت یہ ہے کہ اگر انسان کسی ایسی بڑی آزمائش سے دوچار ہو جائے کہ اس کے لیے دین و ایمان پر قائم رہنا بھی مشکل ہو جائے تو پھر ایسی حالت میں موت کی تمنا کی گنجائش نکل آتی ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے، لیکن اگر بہت مجبور ہو جائے تو اس طرح کہہ لے:

((اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَیَاةُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ مَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَیْرًا لِّیْ)) (٤)

''الٰہی! جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت بہتر ہو تو مجھے اٹھا لے''۔

۱۔ بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب تمنی الشهادة، ح۲۷۹۷۔ مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، ح۱۸۷۶۔

۲۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب الدعاء بالجهاد والشهادة۔

۳۔ بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب ۱۲، ح۱۸۹۰۔

٤۔ بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت ح۵۶۷۱۔ مسلم، ح۲۶۸۰۔

اللہ سے ملاقات کی خواہش رکھنی چاہیے

موت کی تمنا تو درست نہیں مگر اللہ سے ملاقات کی خواہش ضرور ہونی چاہیے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

۱)...... ((عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ))[1]

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں''۔

۲)...... ((عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ آدَمَ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ))[2]

''حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو چیزوں کو ابن آدم (یعنی انسان) ناپسند کرتا ہے: پہلی چیز موت ہے حالانکہ موت مومن کے لیے فتنوں کے مقابلے میں بہتر ہے۔ دوسری چیز مال کی کمی ہے حالانکہ مال کی کمی (قیامت کے روز) آسان حساب کا سبب بنے گی''۔

۳)...... ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی اور نے (یہ فرمان سن کر) عرض کیا کہ مرنا تو ہم بھی ناپسند کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بات یہ نہیں جو تم نے سمجھی ہے، بلکہ یہ ہے کہ مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کے ہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے اور جب اس کے سامنے یہ چیز ہوتی ہے تو اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءه، ح۶۵۰۷۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءه، ح۲۶۸۴۔

۲۔ السلسلة الصحيحة، ح۸۱۳۔

ہوتی، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی وعید سنائی جاتی ہے، جب وہ یہ چیز دیکھتا ہے تو اس وقت کوئی اور چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں"۔[1]

اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھنا چاہیے

((عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ))[2]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کو اس حالت میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ پر حسن ظن رکھنے والا ہو"۔

یعنی یہ حسن ظن کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر و بھلائی والا معاملہ فرمائیں گے، اس کی بخشش فرمائیں گے اور اسے اپنی جنت میں جگہ دیں گے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک قریب المرگ نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا: تم کیا محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ڈرتا بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے (اچھی) امید بھی رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس موقع پر جب کسی کے دل میں خوف اور امید جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا کرتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اسے اس چیز سے محفوظ فرما دیتے ہیں جس سے وہ ڈرتا ہے"۔[3]

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب من احب لقاء الله احب الله لقائه، ح۶۵۰۷۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب من احب لقاء الله احب الله لقائه، ح۲۶۸۴۔ ترمذی، ح۱۰۶۷۔ نسائی، ح۱۸۳۷۔ ابن ماجه، ح۴۲۶۴۔

۲۔ مسلم، کتاب الفتن، باب الامر بحسن الظن بالله تعالیٰ عندالموت، ح۲۸۷۷۔

۳۔ صحیح سنن ترمذی، ح۷۸۵۔

خودکشی حرام ہے

بعض لوگ زندگی کی چھوٹی بڑی مشکلات کو دیکھ کر موت کی تمنا شروع کر دیتے ہیں اور بعض تو اس حد تک دل برداشتہ ہو جاتے ہیں کہ اپنے آپ کو قتل کر بیٹھتے ہیں مگر اسلام اس بات سے سخت منع کرتا ہے اور خودکشی کو حرام قرار دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء : ٢٩]

''اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی، وہ جہنم کی آگ میں بھی یہی سزا دیا جائے گا کہ اپنے آپ کو بلندی سے نیچے گراتا رہے۔ اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی، اسے (سزا کے لیے) جہنم کی آگ میں زہر پکڑا دیا جائے گا اور وہ اسے پیتا رہے گا۔ جس نے لوہے کے کسی ہتھیار کے ساتھ خودکشی کی تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا''۔ (١)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس نے جس چیز کے ساتھ خودکشی کی، اسی چیز کے ساتھ اسے قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا''۔ (٢)

ایک مسلمان کو موت سے گھبرانا نہیں چاہیے

جس طرح موت کی تمنا یا خودکشی درست نہیں اسی طرح یہ بات بھی ٹھیک نہیں کہ انسان موت سے گھبرا کر اس سے فرار کا سوچنے لگے، بلکہ جب موت کا وقت آ جائے تو جرأت سے اس کا سامنا کرنا چاہیے۔ اور ایک مومن کو تو یہ یقین ہونا چاہیے کہ موت کے بعد وہ دنیا کے قید خانہ سے نکل کر ابدی راحتوں والی زندگی کی طرف جا رہا ہے۔ اسی لیے موت کو مومن کے لیے ایک تحفہ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

١۔ بخاری، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء به وبما یخاف منه، ح٥٧٧٨۔ مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه، ح١٠٩۔

٢۔ مسلم، ایضاً، ح١١٠۔

((تُحۡفَةُ الۡمُؤۡمِنِ الۡمَوۡتُ))(۱)

''موت تو مومن شخص کے لیے ایک تحفہ ہے۔''

اسی طرح حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آرام پانے والا ہے یا اس سے آرام حاصل کیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آرام پانے والا اور جس سے آرام حاصل کیا گیا ہے، اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلۡعَبۡدُ الۡمُؤۡمِنُ یَسۡتَرِیۡحُ مِنۡ نَصَبِ الدُّنۡیَا وَاَذَاهَا اِلٰی رَحۡمَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالۡعَبۡدُ الۡفَاجِرُ یَسۡتَرِیۡحُ مِنۡهُ الۡعِبَادُ وَالۡبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ))(۲)

''مومن آدمی دنیا کی تھکاوٹوں اور اذیتوں سے چھٹکارہ حاصل کر کے اللہ کی رحمت میں آرام پاتا ہے اور فاجر وفاسق آدمی سے لوگ، آبادیاں، درخت اور حیوانات بھی آرام پاتے ہیں''۔

موت کی سختی

بعض لوگوں کو چلتے پھرتے اور بغیر کسی مرض کے موت آجاتی ہے اور یوں انہیں موت کی سختیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ استثنائی صورتیں ہوتی ہیں، مگر عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اکثر وبیشتر لوگوں کو موت کی سختیوں کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی موت کی سختیوں کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ﴾ [سورة ق:١٩]

''موت کی سختی حق لے کر آن پہنچی، یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا''۔

موت کی سختیوں کے بارے میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَاتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ فَاِنَّ هَوۡلَ الۡمُطَّلَعِ شَدِیۡدٌ))(۳)

۱۔ الترغیب والترھیب، ح ۵۱۲۳۔ مجمع الزوائد، ج۲، ص ۳۲۰۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، مگر علامہ البانیؒ کے نزدیک یہ ضعیف ہے، دیکھیے: ضعیف الجامع الصغیر، ح ۲۴۰۴۔

۲۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ح ۶۵۱۲۔ مسلم، الجنائز، ماجاء فی مستریح...، ح ۹۵۰۔

۳۔ الترغیب والترھیب، ح ۴۹۳۱۔ احمد، ج۳، ص ۳۳۲۔ مجمع الزوائد، ج۱۰، ص ۲۰۳، حسنه الهیثمی۔

''موت کی تمنامت کرو کیونکہ جان کنی کی تکلیف بڑی سخت ہے۔''

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ خود آنحضرت ﷺ کو بھی اس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

((مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَاِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ))(۱)

''نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ میری ہنسلی اور تھوڑی کے درمیان (سر رکھے ہوئے) تھے۔ آپ ﷺ (کی موت کی سختی دیکھنے) کے بعد اب میں کسی کے لیے بھی موت کی شدت کو برا نہیں سمجھتی''۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو موت کی تکلیف شروع ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہائے میرے والد کی تکلیف! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا كَرْبَ عَلٰى اَبِيْكَ بَعْدَ الْيَوْمِ اِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِيْكَ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ اَحَدًا اَلْمُوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(۲)

''آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ انہیں وفات کے وقت ایسی تکلیف پہنچی ہے جو قیامت تک کسی کو نہیں پہنچے گی''۔

شہید کو قتل کے وقت صرف چیونٹی کے کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے

شہادت کی موت کئی لحاظ سے عظیم ترین موت ہے۔ بظاہر تو انسان کا جسم چیر پھاڑ کا شکار ہوتا ہے مگر اسے تکلیف اس سے زیادہ نہیں ہوتی جتنی ایک چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مَسَّ الْقَرْصَةِ))

۱۔ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، ح ٤٤٤٦۔

۲۔ ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه، ح ١٦٢٩۔ السلسلة الصحيحة، ح ١٧٣٨۔

"شہید کو قتل کے وقت صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے"۔ (۱)

اچانک پن کی موت مومن کے لیے رحمت اور کافر کے لیے زحمت ہے

کسی مومن کو اگر موت کی سختیوں کا سامنا کیے بغیر اچانک موت آ جائے تو یہ اس کے لیے رحمت ثابت ہوتی ہے، اس لیے کہ مومن تو ہر وقت اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتا رہتا اور ہر دم موت کے لیے گویا تیار ہی رہتا ہے، جب کہ فاسق وفاجر کے لیے یہ ایک طرح سے آزمائش ہے، اس لیے کہ اسے توبہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر اس کی مہلت نہیں مل پاتی۔ چنانچہ حضرت عبید اللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَوْتُ الْفَجْأَةِ اَخْذَةُ اَسَفٍ)) (۲)

"اچانک پن کی موت اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے ایک پکڑ (سزا) ہوتی ہے"۔ دوسری روایت میں ہے:

((مَوْتُ الْفَجْأَةِ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ وَاَخْذَةُ اَسَفٍ لِلْفاجِرِ)) (۳)

"اچانک پن کی موت گنہگار شخص کے لیے اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے ایک پکڑ (سزا) ہوتی ہے جب کہ مومن کے لیے یہ رحمت ہے"۔

بری موت سے پناہ مانگنی چاہیے

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بری موت سے بچاؤ کی) یہ دعا مانگتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَالتَّرَدِّیْ، وَالْهَدْمِ وَالْغَمِّ وَالْحَرِيْقِ وَالْغَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِكَ وَاَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا)) (٤)

۱۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، ح۱٦٦٨۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الشهادة فی سبیل الله، ح۲۸۰۲۔

۲۔ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی موت الفجأة، ح ۳۱۱۰۔ صححه الالبانیؒ۔

۳۔ ضعیف الجامع، ح ٥٨٩٦۔ السنن الکبریٰ، للبیهقی، ج۳، ص۳۷۸۔ ضعفه الالبانیؒ۔

٤۔ نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من التردی والهدم، ح٥٥٣٤۔

''اے اللہ! میں بڑھاپے کی عمر میں مرنے اور بلندی سے گر کر مرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور کسی چیز کے بوجھ تلے دب کر آنے والی موت اور غم سے آنے والی موت سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔ نیز آگ میں جل کر مرنے اور پانی میں ڈوب کر مرنے سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔ نیز مرتے وقت شیطان کے کسی بھی حملے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیری راہ میں (جہاد کرتے وقت) پشت دکھا کر مرنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور زہریلے جانور کے کاٹنے سے آنے والی موت سے بھی پناہ مانگتا ہوں''۔

زندگی اور موت کی بہتری کے لیے ایک مسنون دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ))[1]

''یا اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما، جو میرے انجام کا محافظ ہے۔ میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں میرا رزق ہے۔ میری آخرت کی اصلاح فرما جہاں مجھے (مرنے کے بعد) جانا ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لیے نیکیوں میں اضافے کا باعث بنا اور میری موت کو ہر برائی سے بچنے کے لیے باعثِ راحت بنا''۔

......☆......

۱۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیة، ح ۲۷۲۰۔

فصل ۲

حسنِ خاتمہ کی علامات

کسی شخص کے قطعی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ ایک انسان نہیں کر سکتا، اور نہ ہی کسی انسان کو اس بات کا مجاز بنایا گیا ہے کہ وہ کسی کے بارے میں ایسا فیصلہ کرے، تاہم نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بعض ایسی علامتوں اور قرائن کا ذکر ملتا ہے جس سے بعض لوگوں کے خاتمہ بالخیر یا خاتمہ بالشر کے بارے میں ظاہری حد تک کچھ اشارہ ہوتا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم ایسی ہی چند علامتوں کا ذکر کر رہے ہیں جو ایک مومن کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۱)......اللہ کے راستے میں شہید ہونا

شہادت کی موت پانا بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے۔ قرآن مجید میں شہیدوں کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [سورة آل عمران: ۱۶۹تا ۱۷۱]

"جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں، ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے، اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے، ان کے پیچھے ہیں، یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوش وقت ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے، اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا"۔

شہید کے قرض کے علاوہ باقی سبھی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (وعظ کے لیے) کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ

((اِنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ))
اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا تمام اعمال میں سب سے افضل ہے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! یہ بتلایئے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کا اس سے کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اگر تم اللہ کے راستے میں اس حال میں قتل ہو کہ تم (جزع فزع نہ کر رہے ہو بلکہ) صبر کر رہے ہو، اجر و ثواب کی نیت رکھتے ہو، دشمن کے مدمقابل ہو، پیٹھ نہ پھیری ہو، تو سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، سوائے قرض کے...."[1]

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ان سے بیان کیا کہ
((اِنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا بَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ اِلَّا الشَّهِیْدَ، قَالَ: کَفٰی بِبَارِقَةِ السُّیُوْفِ عَلٰی رَأْسِهٖ فِتْنَةً))[2]
"ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! تمام مسلمانوں کو قبر میں آزمایا جاتا ہے لیکن شہید کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے تو (راہِ جہاد میں) سر پر چمکتی ہوئی تلواروں کی آزمائش ہی کافی ہے"۔

۲)......بغیر شہید ہوئے شہادت کے درجہ تک پہنچنا

ایک شہید تو وہ ہے جو میدان جہاد میں شہادت کی موت مرتا ہے، اس کے اجر اور خاتمہ بالایمان کی تو قوی علامت ہی اس کا شہید ہونا ہے، جب کہ اس کے علاوہ کچھ لوگ اور ہیں جو کسی بیماری یا آفت کی وجہ سے مرتے ہیں مگر اجر کے لحاظ سے ان کی موت کو بھی شہادت کی موت قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ ان کی موت کو شہادت کی موت قرار دیا گیا ہے، اس لیے یہ ان کے خاتمہ بالخیر کی علامت ہے۔ اس میں درج ذیل قسم کے لوگ شامل ہیں:

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے راستے میں

۱۔ مسلم، کتاب الامارة، باب من قتل فی سبیل الله کفرت خطایاه الا الدین، ح ۱۸۸۵۔
۲۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب الشهید، ح ۲۰۵۵۔

شہید ہونے والے کے علاوہ بھی سات شہید ہیں:

۱۔ طاعون کے مرض سے مرنے والا۔

۲۔ ڈوب کر مرنے والا۔

۳۔ فالج سے مرنے والا۔

۴۔ پیٹ کے مرض سے مرنے والا۔

۵۔ جل کر مرنے والا۔

۶۔ کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا۔

۷۔ بچے کو جنم دیتے ہوئے مرنے والی''۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ٹی بی کے مرض سے مرنے والا بھی شہید ہے''۔ (۲)

اسی طرح اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے ہوئے شخص کو اگر طبعی موت آ جائے تو وہ بھی شہید شمار ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ) سے دریافت فرمایا کہ تم شہید کسے سمجھتے ہو؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے، وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو میری امت کے شہدا کی تعداد بہت کم ہوگی۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شہدا کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ شَہِیْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ شَہِیْدٌ......))

''جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا گیا، وہ شہید ہے اور جو اللہ کے راستے میں طبعی موت مر گیا، وہ بھی شہید ہے''۔ (۳)

اسی طرح احادیث میں کچھ اور لوگوں کے بارے میں بھی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے مثلاً اپنی جان، مال،

۱۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی فضل من مات فی الطاعون، ح ۳۱۱۱۔ ابن ماجہ، ح ۲۸۰۳۔ احکام الجنائز، ص ۵۴، ۵۵۔

۲۔ احکام الجنائز، ص ۵۵۔

۳۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الشھداء، ح ۱۹۱۵۔ ابن ماجۃ، ح ۲۸۰۴۔ احمد، ح ۱۰۷۶۶۔

دین اور عزت کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے والے کو بھی شہید کہا گیا ہے۔ نیز صدقِ دل سے شہادت کی دعا کرنے والے کو بھی اس درجہ کی بشارت دی گئی ہے۔

۳)......کسی بھی نیک عمل پر موت آنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰه ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰه خُتِمَ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰه خُتِمَ لَهُ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰه خُتِمَ لَهُ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ))[۱]

''جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) پڑھا، پھر اسی کے ساتھ اس کا خاتمہ ہو گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے اللہ کی رضا کی خاطر ایک دن کا روزہ رکھا پھر اسی حالت میں اسے موت آ گئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے اللہ کی رضا کی خاطر کوئی چیز صدقہ کی پھر اسی وقت اسے موت آ گئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

۴)......راہِ جہاد میں پہرہ دیتے ہوئے موت آنا

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِيْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُنْمٰى لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ))[۲]

''مرنے والے شخص کے عمل کا ثواب ختم کر دیا جاتا ہے سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے مرے۔ اس کے عمل کا اجر اسے تا قیامت ملتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے''۔

۵)......جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں موت آنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ))[۳]

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنے سے بچا لیں گے''۔

۱۔ احمد، ج۵ ص ۳۹۱۔ فتح الباری، ج۶ ص ۴۳۔ احکام الجنائز، ص ۵۸۔

۲۔ ترمذی، فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل من مات مرابطا، ح ۱۶۲۱۔ السلسلة الصحيحة، ح ۱۱۴۰۔

۳۔ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فيمن يموت يوم الجمعة، ح ۱۰۷۴۔ احکام الجنائز، ص ۵۰۔

۶)......وفات کے وقت کلمہ پڑھنے کی توفیق ملنا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))[1]

''جس کا آخری کلام 'لا الٰہ الا اللہ' ہوگا، وہ جنت میں جائے گا''۔

اس لیے قریب الموت شخص کو کلمہ کی تلقین کرنی چاہیے، جیسا کہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))[2]

''اپنے مرنے والے کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو''۔

لیکن یہ یاد رہے کہ کلمہ کی توفیق بھی اسے ہی ملتی ہے جس نے باقی زندگی مجموعی طور پر نیکی اور اطاعت خداوندی میں گزاری ہو۔

۷)......وفات کے وقت پیشانی پر پسینہ نمودار ہونا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ))[3]

''مومن کو موت کے وقت پیشانی پر پسینہ نمودار ہوتا ہے۔''

۸)......جس کی نیکی کی لوگ گواہی دیں

حسنِ خاتمہ کی ایک علامت یہ ہے کہ لوگ ایسے شخص کی وفات پر اچھے کلمات کا اظہار کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، تو لوگوں نے اس میت کی تعریف کی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ((وَجَبَتْ)) 'واجب ہوگئی'۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس میت کی برائی بیان کی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تین مرتبہ فرمایا: ((وَجَبَتْ)) 'واجب ہوگئی'۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وضاحت طلب کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، ح ۳۱۱٦۔ احمد، ج ۵ ص ۲۳۳۔ حاکم، ج ۱ ص ۳۵۱۔

۲۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا الٰہ الا اللہ، ح ۹۱٦۔

۳۔ ترمذی، الجنائز، باب ماجاء ان المومن یموت بعرق الجبین، ح ۹۸۲۔ نسائی، ح ۱۸۲۹۔ ابن ماجہ، ح ۱۴۵۲۔

((مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ))[1]

''جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی، اس کے لیے آگ واجب ہوگئی''۔

گویا لوگوں کا کسی کے حق میں گواہی دینا اس کے حسن خاتمہ کا ایک قوی قرینہ ہے۔ اسی طرح ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا۔ ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا۔ لوگ اس کی تعریف کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر اسی اثنا ایک اور جنازہ گزرا، تو لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے، اس مرتبہ بھی عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ گزرا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے پھر وہی فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ (ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا، اے امیرالمومنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

''جس مسلمان کی اچھائی پر چار مسلمان شخص گواہی دے دیں، اللہ اسے جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر تین مسلمان گواہی دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین پر بھی اللہ اسے جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر بھی اللہ اسے جنت میں داخل کردے گا۔ پھر ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا پھر بھی اللہ اسے جنت میں داخل کردے گا یا نہیں؟''[2]

اس روایت میں بھی اسی چیز کا بیان ہے کہ نیک لوگوں کا کسی کے حق میں گواہی دینا اس کے خاتمہ بالخیر یا خاتمہ بالشر کی ایک واضح علامت ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ))[3]

''اے مومنو! تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو''۔

۱۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فیمن یثنی علیه خیرا و شرا من الموتی، ح۹٤۹۔ نسائی، ح۱۹۲۹۔ حاکم، ج۱ ص۳۷۷۔ ابن حبان، ح۳۰۰۷۔

۲۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ح ۱۳٦۸۔ ترمذی، ح ۱۰۵۹۔ نسائی، ح ۱۹۳٤۔

۳۔ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الثناء الحسن علی المیت، ح۱۰۵۸۔ احمد، ج۳ ص۱۷۹۔

فصل ۳

بری موت کے اسباب اور بچاؤ کی تدابیر

جس طرح بعض لوگوں کی موت بڑی اچھی اور مثالی ہوتی ہے اور قرائن وعلامات بتا رہے ہوتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہ نیک لوگوں کی فہرست میں شامل تھا، اسی طرح بعض لوگوں کی موت بہت برے طریقے سے ہوتی ہے اور باقی لوگوں کے لیے عبرت کی مثال بن جاتی ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اسی پہلو پر اختصار سے بات کریں گے کہ بری موت کیوں آتی ہے؟ اس کے اسباب ووجوہات کیا ہیں اور ان سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں؟

۱۔ ایمان سے محرومی

بری موت کی پہلی وجہ ایمان کی دولت سے محرومی ہے۔ جو لوگ کافر یا منافق ہوتے ہیں، ان کی موت اذیت ناک اور عبرت ناک ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جانے والوں کا بھی انجام اس دنیا میں اچھا نہیں ہوتا۔ گویا یہ تینوں قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی موت ہمیشہ بری ہوتی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں ہمیں اس سلسلہ میں چند مثالیں بھی ملتی ہیں، مثلاً فرعون کے بارے میں قرآن مجید بتاتا ہے کہ وہ اتنا بڑا سرکش کافر تھا کہ اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا، اور انجام یہ ہوا کہ بحیرہ قلزم میں اپنے لشکروں سمیت غرقاب کر دیا گیا۔ اسی طرح اس کے معتمد لیڈروں میں ایک قارون نامی شخص تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خزانے عطا کر رکھے تھے، مگر سرکشی کی حالت ہی میں اسے موت آئی اور ایسی بری موت کہ اپنے مال ومتاع سمیت زندہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اسی طرح ہامان، نمرود، ابوجہل وغیرہ جیسے کافر و سرکش لوگوں کا انجام بھی بہت برا ہوا۔

جو شخص ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرے اور باطنی طور پر بے ایمان ہو، اسے منافق کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ [سورة النساء: ١٤٥]

"بے شک منافق تو جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں رکھے جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پائے"۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں عبداللہ بن اُبی منافقوں کا لیڈر تھا، نفاق ہی کی حالت میں اسے موت آئی اور بعض لوگوں کے اصرار پر نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور بخشش کی دعا مانگی مگر اس کی بخشش نہ ہوئی۔ کیونکہ اللہ کے ہاں کفر و شرک اور نفاق پر مرنے والوں کے لیے بخشش کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانے والے کا انجام بھی بہت برا ہوتا ہے۔ ان مرتدین میں ہمیں کئی ایسے بد بخت ملتے ہیں جنہوں نے نبی کریم کی زیارت کی، پھر مرتد ہو گئے۔ ان میں ایک نام عبداللہ بن جحش کا ہے۔ اسی طرح ایک اور آدمی جو عیسائی تھا، پھر مسلمان ہوا، اور اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لی اور نبی کریم ﷺ کے لیے (وحی کی) کتابت کرنے لگا، لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور یہ کہنا شروع ہو گیا کہ "محمد کو تو کسی بات کا پتہ ہی نہیں ہے، جو کچھ میں لکھ دیتا ہوں بس وہی وہ کہہ دیتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب اسے موت آئی تو عیسائیوں نے اسے دفنا دیا۔ صبح ہوئی تو (لوگوں نے دیکھا کہ) زمین نے اسے باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے کہا یہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا کام لگتا ہے، اس لیے کہ یہ ان کا دین چھوڑ کر آیا ہے لہٰذا انہوں نے ہی اسے قبر کھود کر باہر نکال پھینکا ہوگا۔ چنانچہ عیسائیوں نے پھر اس کے لیے قبر کھودی اور اب کی مرتبہ زیادہ گہری قبر بنائی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ زمین نے اسے پھر باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے پھر یہی کہا کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے چونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ کر آیا ہے لہٰذا انہوں نے اس کی قبر کھود کر لاش باہر نکال پھینکی ہے۔ اب (تیسری مرتبہ) انہوں نے اس کے لیے قبر کھودی اور اتنی گہری بنائی جتنی گہری وہ بنا سکتے تھے۔ صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ زمین نے اسے پھر باہر نکال پھینکا ہے، اب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے (بلکہ اللہ کی طرف سے سزا ہے)۔ چنانچہ عیسائیوں نے اس کی لاش ایسے ہی چھوڑ دی"۔[1]

۲۔ صحیح عقیدے سے محرومی

اگر اسلام لانے کے بعد بھی کوئی شخص صحیح اسلامی عقیدہ جو قرآن مجید اور صحیح احادیث میں موجود ہے،

۱۔ بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ح۳٦۱۷۔

اختیار نہ کر سکے، بلکہ اسلام کے نام پر جو کفر وشرک اور بدعات وخرافات کی آمیزش ہو چکی ہے، اسی میں پھنس کر رہ جائے تو یہ بڑی بدبختی کی بات ہے۔ اور ظاہر ہے ایسے لوگوں کا انجام بھی وہی ہوگا جو ایمان سے محروم رہنے والوں کا ہوگا اور روزِ قیامت بھی ان لوگوں کو اپنے کیے ہوئے عملوں کا کوئی بدلہ اور اجر نہیں ملے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ [سورة الكهف: ١٠٣، ١٠٤]

''کہہ دیجیے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتاؤں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں''۔

۳۔ موت سے لاپروائی

جو لوگ موت سے لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، عام طور پر ان کی موت گناہ اور برے کام میں آتی ہے اور ان کے برعکس جو لوگ ہمیشہ موت کو یاد رکھتے ہیں ان کی موت عام طور پر نیکی کے کسی کام ہی میں آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کو یاد رکھنے والا صرف موت ہی کو یاد نہیں رکھتا بلکہ موت کے بعد قبر، محشر، حساب کتاب اور جنت یا جہنم سبھی کچھ اس کے پیش نظر ہوتا ہے، اس لیے وہ ان اخروی مراحل میں کامیابی اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خیر و بھلائی اور توبہ وانابت کو اپنی زندگی میں ترجیح دیتا ہے اور اس کا صلہ یہ ملتا ہے کہ خیر ہی کے کسی کام میں اسے سعادت کی موت ملتی ہے۔

۴۔ موت کے وقت شیطان کا حملہ

زندگی بھر شیطان انسان کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے اور موت کے وقت یہ کوششیں بڑھ جاتی ہیں، اس لیے کہ اسے بھی معلوم ہے کہ یہ اب انسان کو گمراہ کرنے کا آخری موقع ہے، چنانچہ وہ اس موقع سے ہر طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان کو وسوسے دلاتا ہے، اگر کوئی توبہ کر رہا ہو تو اس کی توبہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے، کسی کو اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب پر مرنے کی رغبت دلاتا ہے، کسی کو مال و دولت اور لواحقین کی آڑ میں راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں اہل علم نے کئی

واقعات کتابوں میں ذکر کیے ہیں۔

ایسا ہی کسی کتاب میں ایک عالم کا واقعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ شیطان اس کی موت کے وقت اس کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ میں نے تمہاری عمر بھر کوشش کی کہ تمہیں گمراہ کروں مگر تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے علم نے تمہیں گمراہ ہونے سے بچا لیا ہے۔ اس پر وہ عالم کہنے لگے کہ میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بچایا ہے۔ اس پر شیطان کہنے لگا کہ میں نے اب آخری وار کیا تھا مگر تم پھر بچ گئے۔

۵۔ گناہوں پر اصرار اور گناہ کی حالت میں موت

گناہ گار آدمی عام طور پر گناہ ہی کی حالت میں مرتا ہے، ایک چور اور ڈاکو عام طور پر ڈاکہ ڈالتے ہی مارا جاتا ہے۔ یہی صورت حال باقی گناہوں کی بھی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں نیک آدمی عام طور پر نیکی ہی کی حالت میں مرتا ہے۔ اسے یوں سمجھیے کہ ایک شخص اللہ کی راہ میں شہادت کی موت مرتا ہے، جبکہ دوسرا ڈاکہ ڈالتے پولیس کے ہاتھوں مارا جاتا ہے، بظاہر تو دونوں قتل ہوئے مگر دنیا میں شہادت کی موت پانے والا دوسروں کی دعاؤں کو پا لیتا ہے اور اللہ کے ہاں بھی خوش بخت قرار پاتا ہے جب کہ ڈاکے کی حالت میں مارے جانے والے پر لوگ بھی لعن طعن کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں بھی وہ ایک مجرم کی حیثیت سے پہنچتا ہے۔

......☆......

فصل ۴

موت کا سفر

اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کا مالک ہے، اور اللہ ہی کے حکم سے انسان کو موت آتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا فیصلہ کرتے ہیں، تو اپنے فرشتے 'ملک الموت' (یعنی وہ فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے پر مامور فرما رکھا ہے) اور اس کے ساتھ معاون دیگر فرشتوں کو حکم دیتے ہیں اور یہ فرشتے اس انسان کے پاس جا کر اس کی روح کھینچ لیتے ہیں۔

ملک الموت کے بارے قرآن مجید میں اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ﴾[سورة السجده: ١١]

''(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہاری روحیں وہ موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذی روح کی روح قبض کرنے کی ذمہ داری ملک الموت کی ہے اور بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضِ روح کا کام صرف ملک الموت علیہ السلام اکیلا ہی نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ کئی اور فرشتے بھی اس ذمہ داری پر مقرر ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَالْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى اِذَاجَاءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَايُفَرِّطُوْنَ ﴾[سورة الانعام: ٦١]

''اور وہی اپنے بندوں پر غالب و برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے''۔

انسان کی روح نکالنے والے فرشتے دو طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک وہ جو اہل ایمان کی روح بڑے آرام سے نکالتے ہیں اور ایک وہ جو کافروں کی روح بڑی سختی سے نکالتے ہیں۔ سورۂ نازعات میں ان دونوں طرح کے فرشتوں کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴾[سورة النازعات: ٢،١]

''ڈوب کر سختی سے (روح) کھینچنے والوں کی قسم! گرہ کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم!''۔

گرہ کھول کر چھڑا دینے کی وضاحت حدیث میں اس طرح کی گئی ہے کہ جیسے مشکیزے کا منہ کھولا جائے تو اس میں موجود پانی بڑی آسانی کے ساتھ اس سے نکل کر بہہ پڑتا ہے جب کہ سختی سے روح کھینچنے کی وضاحت احادیث میں اس طرح کی گئی ہے کہ جیسے ململ کا کپڑا کانٹے دار جھاڑی پر ڈالا جائے اور کانٹے جب اس میں پیوست ہو جائیں تو اسے ایک طرف سے پکڑ کر اس زور سے کھینچا جائے کہ کپڑے کے چیتھڑے اڑ جائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ گناہ گار آدمی کی روح فرشتے اس طرح سختی سے نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوک دار سیخ بھیگی اُون سے نکالی جائے۔

مومن اور کافر شخص کی موت کا منظر

موت کے وقت ایک طرف موت کی سختیاں ہوتی ہیں اور دوسری طرف انسان اس بات سے خائف ہوتا ہے کہ نہ جانے مرنے کے بعد اس سے کیا سلوک کیا جائے گا۔ ایک نیک صالح اور باعمل مومن شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نرمی کی جاتی ہے کہ اسے کم از کم یہ بشارت دے دی جاتی ہے کہ اس کی آخرت محفوظ اور بہتر ہے اور اس کا رب اس سے راضی ہے۔ یہ بشارت فرشتوں کے ذریعے دی جاتی ہے اور اس موقع پر آنے والے فرشتوں کے چہرے سفید، خوبصورت اور روشن ہوتے ہیں۔ ان فرشتوں اور ان کی طرف سے دی جانے والی بشارت کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾

واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو، سب تمہارے لیے (جنت میں موجود) ہے۔ غفور رحیم کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے''۔ [سورۃ فصلت: ۳۰ تا ۳۲]

جب کہ کافر اور فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ ایسی نرمی تو دور کی بات، الٹا سختی سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ رشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ [سورۃ محمد: ۲۷]

''پس ان کی کیسی (درگت) ہوگی جب کہ فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے''۔

ملک الموت علیہ السلام اور ان کے ساتھی فرشتے اہل ایمان اور کفار کی جان کیسے نکالتے ہیں، اس کی وضاحت درج ذیل احادیث سے بخوبی ہوتی ہے:

۱)..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ہم ایک انصاری کے جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے۔ جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قبلہ رو ہوکر) بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرد گرد (خاموش ہوکر اس طرح) بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ آپؐ نے سر اٹھا کر دو یا تین مرتبہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر کی پناہ مانگو!'' پھر فرمایا: ''جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہوکر آخرت کی طرف جارہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، ایسے روشن چہرے والے گویا کہ ان کے چہرے سورج ہیں۔ ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن اور جنت ہی کی خوشبو ہوتی ہے۔ وہ حدِ نگاہ تک آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں مَلکُ الموت تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں: ''اے پاکیزہ روح! (ایک روایت میں ہے: اے مطمئن روح!) اپنے پروردگار کی مغفرت وعنایت کی طرف چل''۔

پھر وہ روح اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے کے منہ سے ٹپکتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت علیہ السلام اسے لے لیتے ہیں اور آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان سے وصول کر لیتے ہیں، پھر اسے جنت سے لائے ہوئے کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ اس سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں۔ پھر جب فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں، وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کی اتنی اچھی روح ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ''یہ صاحب فلاں بن فلاں ہیں''..... یعنی وہ مرنے والے کے اس خوبصورت ترین نام سے اسے یاد کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں

پکارا جاتا تھا......اسی طرح وہ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ اس کی خاطر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر اگلے آسمان تک اس آسمان کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کر آتے ہیں۔ یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''میرے بندے کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں لکھ دو اور اس کی روح کو زمین میں اس کے جسم میں واپس کر دو۔''

(پھر قبر میں) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے بیٹھنے کا کہتے ہیں، پھر دونوں اس سے اس طرح سوال پوچھتے ہیں: مَنْ رَبُّکَ؟ (تیرا رب کون ہے؟) وہ جواب دیتا ہے: رَبِّیَ اللّٰہ (میرا رب اللہ ہے) وہ سوال کرتے ہیں: مَادِیْنُکَ ؟ (تیرا دین کیا ہے؟) وہ جواب دیتا ہے: دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ (میرا دین اسلام ہے) وہ سوال کرتے ہیں: جو آدمی تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰہ (وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں) فرشتے سوال کرتے ہیں: تیری معلومات کیا ہیں؟ وہ جواب دیتا ہے: میں اللہ کی کتاب پڑھ کر ایمان لایا، اور میں نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ ایک منادی کرنے والا آسمان سے اعلان کرتا ہے: ''اس بندے نے سچ کہا، اس کا ٹھکانہ جنت میں بناؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ، اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک درواز کھول دو۔'' چنانچہ جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے، اس کی قبر حدِ نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''اور اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت ہوتے ہیں اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے۔ وہ آ کر کہتا ہے: تجھے خوش کُن خبر کی بشارت دیتا ہوں، اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جواباً کہتا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوش وخرم رکھے، تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر ہی لا سکتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے: اے رب قیامت جلد برپا کر دے، اے رب قیامت جلد برپا کر دے، تاکہ میں اپنے اہل وعیال تک پہنچ سکوں۔

اور جب کافر اس دنیا سے رخصت اور سفرِ آخرت کی تیاری میں ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں۔ حدِ نگاہ تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے

ہیں: اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کے پاس پہنچو! پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اس طرح اس کی روح نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوک دار سیخ بھیگی اُون سے نکالی جائے۔ ملک الموت علیہ السلام روح نکال لیتے ہیں، آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان کے ہاتھ سے لے کر اسے ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمینی گلے سڑے مردار کی ہو۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی خبیث روح ہے؟ تو فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس طرح وہ فرشتے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب اس کی خاطر دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو نہیں کھولا جاتا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾

''ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے، اور ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا''۔ [سورۃ الاعراف: ۴۰] پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اس کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں لکھ دو، جو کہ سب سے نچلی زمین میں ہے''۔ چنانچہ بہت بری طرح اس کی روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلاوت فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اسے پرندے اچک لیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔'' [سورۃ الحج: ۳۱] پھر اس کی روح واپس کر دی جاتی ہے۔ (قبر میں) اس کے پاس دو (سخت مزاج) فرشتے آتے ہیں جو اسے (جھنجوڑ کر) بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں: من ربک؟ (تیرا رب کون ہے؟) وہ جواب میں انتہائی پریشانی سے کہتا ہے: لَا اَدْرِیْ (مجھے معلوم نہیں) پھر وہ پوچھتے ہیں: مادینک؟ (تیرا دین کیا ہے؟) وہ پھر پریشانی کے ساتھ کہتا ہے: لَا اَدْرِیْ یعنی مجھے خبر نہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو آدمی تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو وہ پریشانی کے عالم میں کہتا ہے: مجھے تو خبر نہیں۔ آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، اس کا بستر آگ کا بنا دو۔ چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لُو آتی ہے۔ اس کی قبر اس حد تک تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں باہم دھنس جاتی ہیں پھر اس کے پاس بدنما چہرے کا آدمی ظاہر ہوتا ہے، جس کے

کپڑے بھی بہت گندے ہوتے ہیں اور بدبو کے بھبھوکے اس سے اڑ رہے ہوتے ہیں، وہ آ کر کہتا ہے: ایک تکلیف دہ خبر ہے، یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ (مردہ) اسے کہتا ہے: اللہ تجھے بھی تکلیف دہ چیز سے دوچار کرے، تم کون ہو؟ ایسا چہرہ تو کوئی بری خبر ہی لا سکتا ہے۔ وہ جواباً کہتا ہے: میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ وہ استدعا کرتا ہے: اے پروردگار، قیامت بپا نہ ہو!''[1]

۲)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کفن لے کر آتے ہیں اور مرنے والے (کی روح) سے کہتے ہیں: اللہ کی رحمت، جنت کی خوشبو اور اپنے رب کی طرف اس حال میں (اس جسم سے) نکلو کہ تم اپنے رب سے راضی ہو اور تمہارا رب تم سے راضی ہے۔ چنانچہ وہ روح نکلتی ہے اور اس سے بہترین کستوری جیسی خوشبو آ رہی ہوتی ہے، یہاں تک کہ فرشتے ایک دوسرے سے لے کر اس کی خوشبو سونگھتے ہیں اور جب آسمان کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں، یہ کیسی عمدہ خوشبو (والی روح) ہے جو زمین سے تمہارے پاس آ رہی ہے۔ جب یہ فرشتے اگلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس آسمان کے فرشتے بھی اسی طرح کہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ فرشتے اس روح کو اہل ایمان کی روحوں کی معین جگہ (جسے قرآن میں ایک جگہ عِلّیّین کہا گیا اور بعض علماء کے بقول یہ جگہ سات آسمانوں کے اوپر ہے) میں لے آتے ہیں۔ جب وہ روح یہاں پہنچتی ہے تو (پہلے سے موجود) روحوں کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو اپنے گمشدہ بھائی کے واپس ملنے پر ہو سکتی ہے، چنانچہ بعض روحیں (نئی آنے والی اس روح) سے پوچھتی ہیں کہ فلاں آدمی کا کیا حال ہے؟ پھر وہ آپس میں کہتی ہیں کہ اسے ذرا چھوڑ دو، تاکہ یہ آرام کر لے کیونکہ یہ دنیا کے مصائب میں مبتلا رہا ہے۔ (تھوڑا استانے کے بعد) وہ روح جواب دیتی ہے: کیا اس کی روح (جس کے بارے میں پہلی روحیں پوچھتی ہیں) تمہارے پاس نہیں آئی، وہ آدمی تو فوت ہو چکا ہے، چنانچہ اس پر وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں 'ہاویہ' (یعنی جہنم) میں لے جایا گیا ہے۔

(پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کافر آدمی کے پاس عذاب کے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے

۱۔ المستدرك، للحاكم، كتاب الايمان، ج۱، ص ۳۸،۳۷۔ نیز دیکھیے: مسند احمد، ج۴، ص ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۵، ۲۹۶۔ اس روایت کی دیگر اسناد وغیرہ کے لیے دیکھیے: احکام الجنائز، از علامہ البانیؒ، ص ۵۹۔

ناراض اور مغضوب روح! نکل اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی کی طرف، چنانچہ کافر کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو اس سے اس طرح بدبو آتی ہے جس طرح کسی مردار سے آتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر زمین کے دروازے کی طرف آتے ہیں تو (اس دروازے کے محافظ) فرشتے کہتے ہیں کس قدر گندی بو ہے! جیسے ہی فرشتے اگلی زمین کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو اس زمین کے دروازے کے محافظ فرشتے بھی ایسا ہی کہتے ہیں، حتیٰ کہ عذاب کے فرشتے (جو اس بدبخت کی روح نکال کر لا رہے ہوتے ہیں) اسے کفار کی روحوں کی معین جگہ (جسے قرآن میں ایک جگہ سِجِّیْن کہا گیا ہے اور بعض علماء کے بقول یہ جگہ سات زمینوں کے نیچے ہے) میں لے آتے ہیں"۔[1]

۳)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"جب مومن آدمی کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔---(راویٔ حدیث) حماد کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور کہا کہ --- آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو سونگھ کر) کہتے ہیں: 'یہ کوئی پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا'۔ پھر وہ فرشتے اس روح کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اسے (علیین میں) لے جاؤ اور قیامت قائم ہونے تک وہیں رکھو۔

اور جب کافر کی روح نکلتی ہے تو--- حماد (راویٔ حدیث) کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کافر کی روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا بھی ذکر کیا---، آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: 'یہ کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آ رہی ہے'۔ پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے کہ اسے (سجین میں) لے جاؤ اور قیامت قائم ہونے تک وہیں رکھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تھا تو بدبو کی نفرت سے اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا تھا۔ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر کا دامن اپنی ناک پر رکھتے ہوئے یہ بات بیان کی)"۔[2]

۱۔ المستدرك، للحاكم، كتاب الجنائز، باب حال قبض روح المؤمن وقبض روح الكافر۔

مسلم، كتاب الجنة، باب مقعد الميت من الجنة والنار عليه، ح ۲۸۷۲۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جب فرشتے روح قبض کرنے کے لیے مرنے والے کے پاس آتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو فرشتے کہتے ہیں: 'اے پاکیزہ روح! (اس جسم سے) نکل آ، بے شک تو پاکیزہ جسم میں تھی، تو تعریف کے لائق ہے، تجھے اللہ کی رحمت اور نعمتوں سے خوش ہو جانا چاہیے، تیرا رب تجھ سے راضی ہے'۔ فرشتے مرنے والے کو مسلسل ایسا ہی کہتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی روح اس کے جسم سے نکل آتی ہے، پھر فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو آسمان کے دروازے اس کے لیے کھلتے چلے جاتے ہیں اور پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ (روح لے کر آنے والے) فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں آدمی ہے تو سننے والے فرشتے کہتے ہیں: 'اس پاکیزہ روح کے لیے خوش آمدید ہے، یہ پہلے بھی پاکیزہ جسم میں تھی۔ (اے پاکیزہ روح! آسمان کے دروازے سے) خوشی خوشی داخل ہو جا۔ تیرے لیے خوشخبری ہے اللہ کی رحمت کی، اس کی نعمتوں کی اور اس بات کی کہ تیرا رب تجھ سے ناراض نہیں ہے'۔ اس طرح ہر آسمان کے دروازے سے گزرتے ہوئے اسے مسلسل یہی خوشخبریاں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ روح اس آسمان تک جا پہنچتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہے۔
اور اگر مرنے والا کوئی برا آدمی ہو تو (روح نکالنے والے) فرشتے اس سے کہتے ہیں: 'اے خبیث روح! (اس جسم سے) نکل آ، بے شک تو خبیث جسم میں تھی، اب ذلیل ہو کر اس سے نکل، اور 'خوشخبری' ہے تیرے لیے کھولتے ہوئے پانی کی، پیپ کی اور اسی طرح کے بعض دوسرے عذابوں کی'۔ اسے مسلسل یہی کہا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی روح نکل آتی ہے، پھر وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھولا نہیں جاتا۔ (آسمان کے فرشتوں کی طرف سے) پوچھا جاتا ہے: 'یہ کون ہے؟'۔ جواب ملتا ہے: 'یہ فلاں شخص ہے'۔ تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: 'اس خبیث روح کے لیے جو خبیث جسم میں تھی، کوئی خوش آمدید نہیں ہے۔ اسے ذلیل و رسوا کر کے واپس بھیج دو'۔ چنانچہ آسمان کے دروازے ایسی خبیث روح کے لیے نہیں کھولے جاتے، اور اسے نیچے لایا جاتا ہے، پھر قبر میں لوٹا دیا جاتا ہے''۔[1]

......☆......

۱۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ح۴۲۶۲۔ صحيح الجامع الصغير، ج۲، ۱۶۹۔

باب۲

انسان اور قبر

ا۔قبر اور برزخی زندگی

قبر کیا ہے؟

مرنے کے بعد انسان کی لاش جہاں کہیں دفن کی جاتی ہے، اس جگہ کو 'قبر' کہا جاتا ہے۔ چونکہ انسانی جان کے احترام کے پیش نظر اسلام نے میت کو زمین میں دفنانے کی تعلیم دی ہے، اس لیے عام طور پر قبر اس زمینی گڑھے کو کہا جاتا ہے جس میں مردے دفنائے جاتے ہیں ورنہ قبر کے وسیع تر مفہوم میں ہر وہ جگہ شامل ہے جہاں میت کا جسم ہو، خواہ یہ زمین کی مٹی ہو، یا دریاؤں اور سمندروں کا پانی، یا پرندوں اور درندوں کے پیٹ۔

برزخی زندگی

انسان کی ایک زندگی تو وہ ہے جو وہ شعور کی حالت اور ارادہ واختیار کی قوت کے ساتھ وہ اس دنیا میں گزارتا ہے۔ یہ ایک محدود زندگی ہے اور اسے دنیوی زندگی کا نام دیا جاتا ہے۔ اور ایک زندگی وہ ہے جو قیامت قائم ہونے کے بعد شروع ہوگی اور کبھی ختم نہ ہوگی۔ اسے اخروی زندگی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں طرح کی زندگیوں کے درمیان ایک اور زندگی بھی ہے مگر وہ ان دونوں سے بہت مختلف ہے اور اسے ہی برزخی زندگی کہا جاتا ہے۔ یہ برزخی زندگی موت کے بعد شروع ہوتی ہے اور اسے برزخ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں برزخ دو چیزوں کے درمیان حائل رکاوٹ کو کہتے ہیں اور چونکہ یہ زندگی دنیوی زندگی اور اخروی زندگی کے درمیان ہوتی ہے، اس لیے اسے برزخ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں برزخ کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:

﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [سورة المؤمنون: ١٠٠]

"اوران کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک"۔

یاد رہے کہ موت کا یہ مطلب نہیں کہ اب انسان ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے بلکہ موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیوی زندگی سے نکل کر برزخی زندگی میں داخل ہو گیا ہے اور جب قیامت کے روز تمام اگلے پچھلے انسانوں کو حساب کتاب کے لیے اٹھایا جائے گا تو اُخروی زندگی شروع ہو جائے گی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیوی زندگی سے نکلنے کا واحد راستہ موت ہے۔ مرنے کے بعد انسان کا اس دنیا سے وہ تعلق ختم ہو جاتا ہے جو اسے زندگی میں حاصل تھا یعنی اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے اس کے ورثا اور لواحقین کس حال میں ہیں، اس کے دوست احباب کیسے ہیں، دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اور نہ ہی وہ زندہ افراد میں سے کسی کو اپنے بارے میں کچھ بتا سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اور نہ ہی مرنے والے کی روح کو اس طرح کا کوئی اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں جا کر جس سے چاہے ملاقات کر لے۔

جس طرح فوت ہونے والا شخص دنیوی زندگی سے بے خبر اور لاتعلق ہو جاتا ہے، اسی طرح زندہ افراد میں سے بھی کوئی شخص مرنے والے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ وہ کس حال میں ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے اور نہ ہی کسی کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ وہ موت کے بعد والی زندگی کے بارے میں کچھ جان سکے، سوائے انبیاء و رسل کے جنہیں اللہ تعالیٰ حسبِ منشا وحی کے ذریعے جب بھی کچھ بتانا چاہتے تو بتا دیا کرتے تھے، جیسا کہ عذاب قبر سے متعلقہ احادیث کے ضمن میں آپ پڑھیں گے کہ نبی کریم ﷺ کو بعض موقعوں پر وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ مردوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ یا ایک اور ذریعہ خواب ہے مگر خواب بھی سچے اور جھوٹے ہر طرح کے ہوتے ہیں، اس لیے ہر خواب پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں خواب کا آنا انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب: "انسان اور کالے پیلے علوم" ملاحظہ کریں)

برزخی زندگی میں روح اور بدن کا تعلق

موت کے وقت انسان کی روح اس کے بدن سے نکال لی جاتی ہے، پھر بعد میں جب یہ قبر میں پہنچتا ہے، تو اللہ کے حکم سے روح پھر اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے اور اس سے ایمانیات سے متعلقہ بنیادی سوال پوچھے جاتے ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی اور اس

میں جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور اسے کسی طرح کی کوئی پریشانی اور تکلیف کا سامنا نہیں ہوتا۔ جب کہ کافر و فاجر شخص کے لیے جہنم کی طرف سے اس کی قبر میں کھڑکی کھولی جاتی اور قبر تنگ کر کے اسے طرح طرح کی سزا دی جاتی ہے۔

یہ سزا انسان کے بدن کو دی جاتی ہے یا اس کی روح کو؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں دوٹوک انداز میں کچھ نہیں بتایا گیا، بعض دلائل (نصوص) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا کا سلسلہ انسان کی روح کے ساتھ ہوتا ہے، جب کہ بعض نصوص سے اس کے برعکس یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ سلسلہ بدن کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح اور بدن دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اہل علم نے تینوں طرح کی آراء کا اظہار کیا ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مذکورہ بالا آراء میں سے راجح رائے کون سی ہے، تو اس سلسلہ میں اہل سنت کے جمہور علماء کے نزدیک تیسری رائے راجح ہے جیسا کہ ابن ابی العز حنفی نے عقیدۃ طحاویۃ کی شرح میں لکھا ہے:

((وكذلك عذاب القبر يكون للنفس و البدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة))

''اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوتا ہے''۔ (ص ۴۷۸)

تاہم دوسری آراء کی موجودگی کے باوجود اس بات میں شک نہیں ہونا چاہیے کہ اصل مقصود اسی انسان کو سزا دینا ہے جو دنیا میں گناہ اور جرائم کا مرتکب رہا اور سزا کا مستحق ٹھہرا، اور اب قبر میں ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ یہ مقصد اسی انسان کی روح کو سزا دے کر پورا کر لیں یا بدن کے ذریعے یا روح اور بدن دونوں کے ذریعے۔

مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے؟

مرنے کے بعد انسان کی روح کا تعلق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں، لیکن یہ روح کہاں جاتی ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں کوئی ایک متعین جگہ نہیں بتائی گئی بلکہ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف لوگوں کی روحیں مختلف جگہ پر جمع کی جاتی ہیں، تاہم ان کی کیفیت اور حقیقت ہم سے ماوراء رکھی گئی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے شرح عقیدہ طحاویہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قبر کی ہولناکیاں اور تاریکیاں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب آپ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو جاتی۔ آپ سے کہا گیا کہ جنت اور جہنم کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ اس طرح نہیں روتے جس طرح قبر کی یاد سے روتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ، قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ))(۱)

"بے شک قبر آخرت کی گھاٹیوں میں سے پہلی گھاٹی ہے، اگر کوئی شخص اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد والی گھاٹی اس سے زیادہ آسان ہو گی اور اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس سے بعد والی گھاٹی اس سے زیادہ سخت ہو گی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ کوئی وحشت ناک منظر نہیں دیکھا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رات کے وقت ایک عورت فوت ہوئی تو صحابہؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیے بغیر کہ کہیں آپ تنگ نہ ہوں، اسے دفن کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بارے میں پوچھا اور آپ کو اس کا ماجرا بتایا گیا تو آپ نے کہا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو، وہاں جا کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللّٰهَ مُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ))

"یہ قبریں لوگوں پر تاریک اندھیروں کی طرح ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز جنازہ کی وجہ سے انہیں منور فرما دیتے ہیں"۔(۲)

۱۔ ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی فظاعة القبر، ح۲۳۰۸۔ ابن ماجة، ح۴۲۶۷۔ حاکم، ج۴ ص ۳۳۰۔ اس حدیث کو امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ نیز علامہ البانیؒ نے بھی اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے، دیکھیے: صحیح الجامع الصغیر، ج۲، ص ۸۵۔

۲۔ بخاری و مسلم، بحواله، کتاب الجنائز، للالبانیؒ، ص ۸۷۔

اور دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قبر میں نور کیے جانے کی دعا بھی کیا کرتے تھے مثلاً ایک صحابی کے جنازے میں آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ))[1]

''یا اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے، اس کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں کر دے، اس کے لواحقین میں تو اس کا جانشین بن جا۔ یارب العالمین! ہمیں اور اسے بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے، اور اس کے لیے اسے منور کر دے''۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ انسان کی نیکیاں اس کی قبر میں نور اور حساب کتاب میں آسانی کا ذریعہ ثابت ہوں گی اور اسے عذابِ قبر سے بچائیں گی، جیسا کہ آگے 'قبر میں نیک اعمال کام آئیں گے' کے تحت حدیث مذکور ہے۔

قبر کا دبانا

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر ہر انسان کو دباتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک صحابیِ رسول جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب انہیں دفنایا گیا تو ان کی قبر نے انہیں بھی دبا لیا۔ انہی صحابیؓ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

((هٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَشَهِدَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ))[2]

''یہ سعد رضی اللہ عنہ ایسا شخص ہے جس (کی وفات) پر اللہ کا عرش ہل گیا اور جس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے اور جس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے، اسے بھی قبر نے ایک مرتبہ دبایا، پھر چھوڑ دیا''۔

۱۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا حضر، ح: ۹۲۰۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب تغمیض المیت، ح۳۱۱۸۔

۲۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب ضمة القبر وضغطته، ح۲۰۵۷۔

اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً لَوْ كَانَ اَحَدٌ نَاجِيًا مِّنْهَا نَجَا سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ)) (۱)

"بے شک قبر ایک مرتبہ دباتی ہے، اگر کسی نے اس سے بچنا ہوتا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ضرور بچتے"۔

بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ قبر صرف گناہ گاروں کو دباتی ہے اور حضرت سعد کو قبر نے صرف اس لیے دبایا تھا کہ ایک مرتبہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے میں ان سے کوئی بے احتیاطی ہوگئی تھی۔ بعض اہل علم کے بقول قبر ہر ایک کو دباتی ہے، البتہ گناہ گاروں کو سزا دینے کے لیے دباتی ہے اور نیک کاروں کو محبت سے دباتی ہے جس طرح کوئی چھوٹے بچے کو گود میں لے کر پیار سے دباتا ہے۔ اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک چھوٹے بچے کو قبر میں دفنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی قبر کے دبانے سے بچ سکتا تو یہ بچہ ضرور بچ جاتا"۔ (۲)

اب ظاہر ہے بچے کا تو کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

قبر میں سوال و جواب

قبر میں ایک انسان کے ساتھ جو کچھ پیش آتا ہے، اسے قبر سے باہر کے لوگ نہیں جان سکتے، خواہ وہ قبر ان کے سامنے کھلی ہوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے قبر اور برزخ کی زندگی کے بارے میں ہم از خود کوئی رائے نہیں دے سکتے، البتہ اس سلسلہ میں قرآن وسنت میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا ہے، اسے ہم مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں ہر انسان سے ایمان وعقیدہ سے متعلق کچھ بنیادی سوال کیے جاتے ہیں، آئندہ سطور میں ہم اس سلسلہ میں مروی کچھ صحیح احادیث ذکر کرتے ہیں:

۱)...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار (قبیلہ) کے ایک کھجور کے باغ میں گئے تو وہاں آپؐ نے ایک آواز سنی جس سے آپ گھبرا گئے اور پریشان ہو کر کہا: یہاں کن لوگوں کی قبریں ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ دور جاہلیت میں مرنے والے کچھ لوگوں کی قبریں ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ صحیح الجامع الصغیر، ج۲، ص ۲۳۶۔ نیز ج۵، ص ۷۱۔
۲۔ ایضاً، ج۵، ص ۵۶۔

((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ(و الْقَبْرِ) وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ))

''آگ یا قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو''۔

لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! قبر کے عذاب سے پناہ کیوں مانگیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن آدمی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو اس سے پوچھتا ہے: ''تو کس کی عبادت کرتا تھا''؟ اگر تو اللہ اسے ہدایت دے تو وہ کہتا ہے میں اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ پھر فرشتہ اس سے پوچھتا ہے: ''اس آدمی (یعنی حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا''؟۔ مومن آدمی جواب دیتا ہے: ''وہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں''۔ اس کے بعد اس سے کوئی اور بات نہیں پوچھی جاتی۔ اور اسے لے جایا جاتا ہے اور جہنم میں ایک گھر دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارے لیے تھا لیکن اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں گھر عطا فرما دیا ہے، چنانچہ مومن اس جنت کے گھر کو دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ذرا مجھے چھوڑو، میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے دوں۔ لیکن اسے کہا جاتا ہے: ''اب یہیں ٹھہرو''۔''[1]

۲)......ایک اور روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان کو قبر میں دفنانے کے بعد اس کے اہل وعیال واپس پلٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی اللہ کے رسولؐ) محمد ﷺ کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ وہ اگر مومن ہوگا تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں......اور اگر وہ کافر یا منافق ہوگا تو پھر اس سے جب یہ سوال کیا جائے گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو وہ کہے گا کہ میں تو جانتا نہیں، (بس) میں تو ویسے ہی کہتا رہتا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔ فرشتے کہیں گے کہ نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کی پٹائی کی جائے گی اور وہ چیخیں مارے گا جو انسانوں اور جنات کے علاوہ گردونواح کی ساری مخلوق سنتی ہے''۔[2]

۱۔ ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی المسئلة فی القبر وعذاب القبر، ح۴۷۳۸۔ السلسلة الصحيحة، ح۱۳۴۴۔

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ح۱۳۷۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد الميت من الجنة، ح۲۸۷۰۔

۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا قُبِّرَ الْمَيِّتُ ، اَوْ قَالَ: اَحَدُكُمْ، اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْاٰخَرُ النَّكِيْرُ......))

''جب میت دفنائی جاتی ہے (یا آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کی میت دفنائی جاتی ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: تم اس آدمی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ جواب میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا یعنی: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی چوڑی کر دی جاتی ہے اور اسے منور بھی کر دیا جاتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم سو جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو اطلاع کر دوں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ (نہیں بلکہ تم) نئی نویلی دلہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کا سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اسی مقام (قبر) سے اٹھائیں گے۔

اگر قبر والا منافق ہو تو (فرشتوں کے سوالوں کے جواب میں) وہ کہتا ہے: ''جیسا میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا، میں نے بھی ویسا ہی کہہ دیا (اس کے علاوہ اصل) حقیقت کا مجھے کچھ علم نہیں''۔ وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ''ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا''۔ چنانچہ پھر زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اسے دبا کر بھینچ دے، تو زمین اسے اس قدر بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں دھنس جاتی ہیں۔ پھر اسے قبر میں مستقل عذاب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ قبر سے اپنے پاس (حساب کتاب کے لیے) اٹھالیں گے''۔[1]

۴)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردے کو جب قبر میں دفن

۱۔ جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ح۱۰۷۱۔

کیا جاتا ہے تو وہ دفنانے والوں کے (واپس لوٹتے وقت) جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اگر وہ مومن ہو تو اسے (قبر میں) کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ وہ شخص جو تمہارے ہاں مبعوث ہوئے تھے، ان کے بارے میں تم کیا کہتے اور کیا گواہی دیتے ہو؟ مومن آدمی کہتا ہے: ''ٹھہرو، پہلے مجھے نماز عصر ادا کر لینے دو۔ (کیونکہ اسے دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے والا ہے)۔ فرشتے کہتے ہیں: ''یقیناً تو (دنیا میں) نماز پڑھتا رہا ہے، ہم جو بات پوچھ رہے ہیں، اس کا ہمیں جواب دو، اور بتاؤ کہ جو شخص تمہارے درمیان مبعوث کیے گئے تھے، ان کے بارے میں تم کیا کہتے اور کیا گواہی دیتے ہو؟ مومن آدمی کہتا ہے: ''وہ حضرت محمد ﷺ ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں۔ تب اسے کہا جاتا ہے کہ اسی عقیدے پر تو زندہ رہا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی پر تم اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ جنت میں یہ تمہارا محل ہے اور یہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ (یہ سب کچھ جان کر) اس کے شوق اور لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانہ ہوتا اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے، چنانچہ (جہنم سے بچ جانے کی وجہ سے) اس کی خوشی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ کھول دی جاتی اور منور کر دی جاتی ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا دیا جاتا (یعنی سلا دیا جاتا) ہے، اور اس کی روح کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اڑتی ہے''۔ (۱)

۵)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب میت قبر میں دفن کی جاتی ہے تو نیک آدمی قبر میں بغیر کسی خوف اور گھبراہٹ کے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسے پوچھا جاتا ہے: ''تو کون سے دین پر تھا؟'' وہ کہتا ہے، میں اسلام پر تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: ''وہ کون آدمی تھا (جو تمہارے درمیان بھیجا گیا)؟'' مومن جواب دیتا ہے: ''وہ محمد ﷺ اللہ کے

۱۔ الترغیب والترھیب، ح ۵۲۲۵۔

رسول تھے، جو اللہ کی طرف سے ہمارے پاس معجزات لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کی''۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: ''کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟''۔ وہ کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ کو (دنیا کی زندگی میں) دیکھنا تو کسی کے لیے ممکن نہیں''۔ پھر اس کے لیے جہنم کی طرف ایک سوراخ (دروازہ) کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ اس آگ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا ہے۔ پھر جنت کی طرف ایک سوراخ (دروازہ) کھولا جاتا ہے اور مومن آدمی جنت کی بہاریں اور اس میں موجود نعمتیں دیکھتا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تمہارا اخروی ٹھکانا ہے، تم نے ایمان کی حالت پر زندگی بسر کی اور اسی پر مرے اور اسی پر (اس قبر سے) ان شاء اللہ اٹھائے جاؤ گے۔

جب کہ گنہگار آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ انتہائی گھبرایا ہوا اور خوفزدہ ہوتا ہے۔ اسے پوچھا جاتا ہے کہ ''تو کس مذہب پر تھا؟'' وہ کہتا ہے: ''میں نہیں جانتا''۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کون آدمی تھا؟ (جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا)۔ وہ کہتا ہے: ''میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنا، وہی میں بھی کہتا تھا''۔ (یعنی صحیح جواب نہیں دے پائے گا) پھر جنت کی طرف ایک سوراخ (دروازہ) کھولا جاتا ہے اور جب وہ جنت کی بہاروں اور اس میں موجود نعمتوں کو دیکھتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ جنت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محروم کر دیا ہے۔ پھر اس کے لیے جہنم کی طرف ایک سوراخ (دروازہ) کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تمہارا اخروی ٹھکانہ ہے۔ تم (ایمان لانے کی بجائے) شک میں پڑے رہے اور شک کی حالت ہی میں مرے اور اگر اللہ نے چاہا تو شک ہی پر تمہیں اٹھایا جائے گا''۔[1]

نیک اعمال قبر میں کام آئیں گے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیوی زندگی میں انسان جو نیک اعمال انجام دیتا ہے، وہ قبر میں اس کے کام آئیں گے اور اسے قبر کے فتنے اور عذاب سے بچائیں گے، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مردے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ دفن کر کے واپس پلٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

۱۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ح ٤٢٦٨۔ امام بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اگر مرنے والا مومن ہو تو نماز اس کے سر کے پاس، روزہ دائیں طرف، زکوۃ بائیں طرف اور دوسرے نیک اعمال مثلاً صدقہ وخیرات، لوگوں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک وغیرہ پاؤں کی طرف سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب اس کے سر کی طرف سے (عذاب یا عذاب کا فرشتہ) آتا ہے تو نماز آگے سے (رکاوٹ بنتے ہوئے) کہتی ہے کہ میری طرف سے راستہ نہیں ہے۔ پھر جب دائیں طرف سے (عذاب یا عذاب کا فرشتہ) آتا ہے تو زکاۃ (اس کا دفاع کرتے ہوئے) کہتی ہے کہ میری طرف سے راستہ نہیں ہے۔ پھر (عذاب یا عذاب کا فرشتہ) پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو دوسری نیکیاں یعنی صدقہ وخیرات، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ خیر وبھلائی اور حسن سلوک وغیرہ (اس کا دفاع کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے راستہ نہیں ہے''۔ [1]

قبروں میں جسموں کی حالت

مرنے کے بعد انسانی جسم مٹی میں مٹی بن کر ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک ریڑھ کی ہڈی کے علاوہ انسان کا باقی سارا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے اور قیامت کے روز اسی ہڈی سے انسان کی تخلیق ہوگی''۔ [2]

مگر انبیاء کے جسموں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرما دیتے ہیں اور ان کے جسموں کو مٹی نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جمعہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن اٹھنے کا حکم ہوگا۔ لہٰذا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو، تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: 'اے اللہ کے رسول! آپ کی ہڈیاں تو بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، یا (راوی کہتا ہے کہ صحابہؓ نے اس طرح) کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک تو مٹی میں مل چکا ہوگا تو پھر ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش کیا جائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم زمین پر حرام کر دیئے ہیں''۔ [3]

۱۔ الترغیب والترهیب، ج۵۲۲۵۔

۲۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر القبر والبلی، ج۴۲۶۷۔ ۳۔ صحیح سنن ابی داؤد، ج۹۲۵۔

اسی طرح دیگر نیک لوگوں کے جسم بھی جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں محفوظ رہتے ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کی دیوار گری تو اسے دوبارہ تعمیر کرتے وقت ایک پاؤں نظر آیا، لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ شاید یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک ہے اور کوئی ایسا آدمی بھی وہاں موجود نہیں تھا جسے یقینی طور پر معلوم ہوتا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پاؤں مبارک ہے، حتیٰ کہ حضرت عروہ بن زبیر (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں) نے لوگوں سے کہا: "بخدا! یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کا پاؤں ہے"۔[1]

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری سلمی رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی ہیں اور اُحد کے شہیدوں میں سے ہیں، یہ دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے۔ ان کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے اکھیڑ دیا کیونکہ ان کی قبر پانی کے بہاؤ کے پاس تھی، تو ان کے لیے الگ جگہ قبر کھودی گئی تا کہ ان کو دوسری جگہ دفن کیا جا سکے۔ (جب ان کو پہلی قبر سے نکالا گیا تو) اس وقت بھی ان دونوں حضرات کے جسم بالکل سلامت تھے اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابھی کل ہی شہید ہوئے ہوں۔ ان میں سے ایک صحابی کو جب زخم لگا تھا تو انہوں نے (تکلیف کی وجہ سے) اپنا ہاتھ زخم پر رکھ لیا تھا، اور ابھی تک وہ ہاتھ اسی جگہ پر تھا، لوگوں نے ان کا ہاتھ ہٹا کر سیدھا کیا تو وہ پھر وہیں (زخم کی جگہ) واپس آ لگا۔ قبر کھودنے کا یہ واقعہ جنگ اُحد کے چھیالیس (۴۶) سال بعد پیش آیا تھا"۔[2]

۲۔ قبر کی نعمتیں اور عذاب

عقیدہ طحاویہ کی شرح میں ابن ابی العزؒ رقم طراز ہیں کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث اس سلسلہ میں متواتر کے درجہ کو پہنچتی ہیں کہ قبر میں انسان کو عذاب (سزا) یا راحت؛ دونوں میں سے جس کا بھی وہ مستحق ہو، ملتی ہے اور دو فرشتے اس سے سوالات کرتے ہیں، لہٰذا عقیدہ کے طور پر اسے قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ البتہ اس چیز کی کیفیت ہم نہیں سمجھتے، اس لیے کہ عقل انسانی کی اس کی کیفیت تک رسائی ممکن نہیں" .... "یہ بات یاد

۱۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ۔

۲۔ مؤطا، کتاب الجهاد، باب الدفن فی قبر واحد من ضرورة۔

رکھو کہ عذاب قبر ہی کا دوسرا نام عذاب برزخ ہے، لہٰذا ہر وہ مرنے والا جو عذاب کا مستحق ہو، تو اسے یہ عذاب ضرور ملے گا، خواہ وہ قبر (زمینی گھڑے) میں دفن کیا گیا ہو یا نہیں، اور خواہ اسے پرندے کھا گئے ہوں، یا وہ جل کر راکھ ہو گیا ہو اور ہوا میں اڑ گیا ہو، یا سولی دیا گیا ہو، یا سمندر میں غرق ہو گیا ہو"۔ (۱)

قبر کے عذاب اور نعمتوں کے بارے میں شارح طحاویہ نے بجا فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں متواتر کے درجہ میں احادیث مروی ہیں۔ انہی میں سے ایک حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص مرتا ہے تو اسے صبح و شام اس کا ٹھکانہ (جنت یا جہنم میں) دکھایا جاتا ہے، یعنی اگر وہ جنتی ہے تو اسے جنتیوں والے محلات دکھائے جاتے ہیں اور اگر جہنمی ہے تو جہنمیوں والا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ ہے تیری وہ رہائش گاہ جہاں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تجھے بھیجے گا''۔ (۲)

عذاب قبر قرآن مجید کی روشنی میں

عذاب قبر کے حوالے سے یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اس سلسلہ میں صرف احادیث ہی میں نہیں بلکہ قرآن مجید میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کتاب الجنائز میں عذاب قبر کے باب [یعنی: باب ما جاء فی عذاب القبر] کے شروع (عنوان) میں بعض ایسی آیات ذکر کی ہیں اور ان سے عذاب قبر کے سلسلہ میں استدلال کیا ہے۔

عذاب قبر سے متعلقہ آیات میں سے ایک یہ آیت ہے:

﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [سورة غافر: ٤٥]

''آل فرعون پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا۔ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح و شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان الٰہی ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو''۔

ایک عذاب تو اس قوم کو روز قیامت حساب کتاب کے بعد ہوگا، لیکن ایک عذاب انہیں روزانہ صبح و شام

۱۔ شرح العقیدة الطحاویة، ص ٤٥٠، ٤٥١۔

۲۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی، ح ١٣٧٩۔

ہو رہا ہے اور ظاہر ہے یہ وہی عذاب ہے جسے قبر یا برزخ کا عذاب کہا جاتا ہے۔ اور جمہور اہل علم نے بھی اس آیت سے عذاب قبر/برزخ ہی کے بارے میں استدلال کیا ہے۔ [1]

اسی طرح سورۃ ابرٰہیم کی آیت ۲۷ کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ آیت ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ...... ﴾ عذابِ قبر کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔ (قبر میں) مردے سے پوچھا جاتا ہے: ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ چنانچہ درج ذیل آیت کا یہی مطلب ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ...... ﴾ [سورۃ ابراهيم: ۲۷]

''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کلمہ کی برکت سے دنیا کی زندگی اور قبر کی زندگی میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں''۔ [2] (قبر میں ثابت قدمی سے مراد یہ ہے کہ وہ سوالات کے درست جواب دیتا ہے)

عذابِ قبر احادیث کی روشنی میں

آئندہ سطور میں عذابِ قبر سے متعلق چند صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱)...... ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ [حَقٌّ]، قَالَتْ عائشةُ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) [3]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت آئی اور عذاب قبر کی بات کرنے لگی، اسی دوران وہ حضرت عائشہؓ سے کہنے لگی: ''اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے''۔ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم

۱۔ مثلاً دیکھیے: فتح الباری، ج۳، ص۲۳۳۔
۲۔ مسلم، کتاب الجنة وصفته، باب عرض المقعد على الميت وعذاب القبر، ح۲۸۷۱۔
۳۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، ح۱۳۷۲۔

ﷺ سے عذابِ قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، عذابِ قبر حق ہے''۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے نماز پڑھی ہو اور اس میں قبر کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو''۔

۲)...... ((عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ ؓ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: یَھُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِھَا))[1]

''حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سورج غروب ہونے کے بعد (گھر سے) نکلے تو (قبرستان میں) کوئی آواز سنی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے''۔

۳)...... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ بنی نجار کے ایک باغ میں ایک خچر پر جا رہے تھے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ کا خچر بدکا، اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دیتا۔ (جہاں خچر بدکا) وہاں پانچ، چھ یا چار قبریں تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''ان قبر والوں کے بارے میں کوئی شخص جانتا ہے؟'' ایک آدمی نے کہا: میں جانتا ہوں!، تو آپ نے پوچھا، یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس آدمی نے عرض کیا، شرک کے زمانہ میں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگ قبروں میں آزمائے جاتے ہیں، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ کے حضور دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنا دے جس طرح کہ میں سنتا ہوں''۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے جہنم کے عذاب کی پناہ مانگو''۔ لوگوں نے کہا: ''ہم جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب کی پناہ مانگو''۔ لوگوں نے کہا: ''ہم ظاہری اور پوشیدہ فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں''۔ پھر آپ نے فرمایا: ''فتنۂ دجال سے بچاؤ کے لیے اللہ کی پناہ مانگو''۔ لوگوں نے کہا: ''ہم فتنۂ دجال سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں''۔[2]

۱۔ مسلم، کتاب الجنة وصفته، باب عرض المعقد على الميت وعذاب القبر، ح ۲۸٦۹۔

۲۔ مسلم، ایضاً، ح ۲۸٦۷۔

۴)......"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عیسائی آدمی مسلمان ہوا، اور اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لی اور نبی کریم ﷺ کے لیے (وحی کی) کتابت کرنے لگا، لیکن یہ شخص بعد میں مرتد ہوگیا اور یہ کہنا شروع ہوگیا کہ "محمد کو تو کسی بات کا پتہ ہی نہیں ہے، جو کچھ میں لکھ دیتا ہوں بس وہی وہ کہہ دیتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب اسے موت آئی تو عیسائیوں نے اسے دفنا دیا۔ صبح ہوئی تو (لوگوں نے دیکھا کہ) زمین نے اسے باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے کہا یہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا کام لگتا ہے، اس لیے کہ یہ ان کا دین چھوڑ کر آیا ہے لہٰذا انہوں نے ہی اسے قبر کھود کر باہر نکال پھینکا ہوگا۔ چنانچہ عیسائیوں نے پھر اس کے لیے قبر کھودی اور اب کی مرتبہ زیادہ گہری قبر بنائی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ زمین نے اسے پھر باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے پھر یہی کہا کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے چونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ کر آیا ہے لہٰذا انہوں نے اس کی قبر کھود کر لاش باہر نکال پھینکی ہے۔ اب (تیسری مرتبہ) انہوں نے اس کے لیے قبر کھودی اور اتنی گہری بنائی جتنی گہری وہ بنا سکتے تھے۔ صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ زمین نے اسے پھر باہر نکال پھینکا ہے، اب انہیں یقین ہوگیا کہ یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے (بلکہ اللہ کی طرف سے سزا ہے)۔ چنانچہ عیسائیوں نے اس کی لاش ایسے ہی چھوڑ دی"۔ [1]

۵)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے۔ آپ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگے، حتی کہ مٹی آپؐ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے میرے بھائیو! اس (قبر) کے لیے کچھ تیاری کرلو"۔ [2]

۶)......"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا: ان دونوں کو (قبروں میں) عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا"۔ [3]

۱۔ بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ح۳۶۱۷۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء، ح۴۱۹۵۔ صحیح ابن ماجہ، ح۳۳۸۳۔

۳۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول۔

یہاں حدیث کے اس جملہ ''یہ عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا'' سے مراد یہ نہیں کہ غیبت، چغلی اور پیشاب کے چھینٹوں سے بچاؤ نہ کرنا بڑے گناہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔

۷)...... ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان (اللہ کے خوف سے) چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا ہی چاہیے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی جھکائے اللہ کے حضور سجدہ ریز نہ ہو۔ اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور رو ؤ زیادہ۔ اور تم بستروں پر بیویوں سے لطف اندوز ہونا چھوڑ دو اور اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے میدانوں کی طرف نکل جاؤ۔ (حدیث کے راوی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کاش! میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا)۔''[۱]

صحابہ کرامؓ اور عذابِ قبر

۱)...... حضرت اَسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ

''نبی اکرم ﷺ (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوئے اور قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس سے انسان کو واسطہ پڑتا ہے۔ جب آپ ؐ نے فتنۂ قبر بیان کرنا شروع کیا تو لوگ بری طرح چیخنے اور چلانے لگے جس کی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی بات سمجھ نہ سکی۔ جب ان کے چیخنے کا شور ختم ہوا تو میں نے قریب بیٹھے آدمی سے پوچھا: ''اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے آخر میں کیا فرمایا تھا؟'' اس نے کہا کہ آپ ؐ نے فرمایا تھا: ''مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں دجال جیسے فتنے کے قریب قریب فتنے سے آزمائے جاؤ گے''۔[۲]

۱۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، ح۴۱۹۰۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب قول النبی ﷺ: لو تعلمون ما اعلم......، ح۲۳۱۲۔ احمد، ج۵ص۱۷۳۔ صحيح الجامع الصغير، ح۲۴۴۹۔ واضح رہے کہ اس حدیث کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ آپ ؐ نے اس میں عذابِ قبر کے حوالے سے یہ فرمایا ہے کہ جو میں جانتا ہوں تم اگر جان لو تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ......الی الآخر۔

۲۔ نسائی: الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ح۲۰۶۴۔ ومثله فی البخاری، الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر۔

۲)......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب آپ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر کر لیتے۔ آپ سے کہا گیا کہ جنت اور جہنم کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ اس طرح نہیں روتے مگر قبر (کے ڈر) سے رو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ اَيْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ اَشَدُّ مِنْهُ، قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا رَاَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ))[1]

"بے شک قبر آخرت کی گھاٹیوں میں سے پہلی گھاٹی ہے، اگر کوئی شخص اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد والی گھاٹی اس سے زیادہ آسان ہوگی اور اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس سے بعد والی گھاٹی اس سے زیادہ سخت ہوگی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ کوئی وحشت ناک منظر نہیں دیکھا"۔

۳)......حضرت ابن شماسہ مہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت ہم ان کے پاس گئے، وہ دیر تک روتے رہے پھر اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا۔ ان کے بیٹوں نے کہا: ابا جان! کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فلاں فلاں بشارتیں نہیں دیں؟ تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ ان کی طرف کیا اور کہا: "ہم لوگ (یعنی صحابہ کرام) کلمہ توحید (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا اقرار سب سے افضل باتوں میں شمار کرتے تھے، میرے اوپر تین مختلف حالتیں گزری ہیں۔ پہلی حالت وہ جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو برا نہیں سمجھتا تھا اور میری خواہش تھی کہ میں آپ پر قابو پاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں، اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو جہنمیوں میں سے ہوتا۔ اس کے بعد دوسری حالت وہ تھی جب اللہ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کیا کہ اپنا ہاتھ بڑھایے، (تا کہ آپ کی بیعت کروں)۔ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا، تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے فرمایا: "عمرو! کیا بات ہے؟" میں نے عرض کیا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے

۱۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی فظاعة القبر، ح۲۳۰۸۔ ابن ماجة، ح۴۲۶۷۔ حاکم، ج۴ ص ۳۳۰۔ اس حدیث کو امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

فرمایا: ''کون سی شرط ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''میرے گناہوں کی مغفرت کی شرط!''۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: ''اے عمرو! کیا تو جانتا نہیں کہ اسلام قبول کرنا گزشتہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اسی طرح ہجرت کرنا گزشتہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور حج کرنا بھی گزشتہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے''۔ اس (اسلام لانے) کے بعد سے مجھے نبی اکرم ﷺ سے اتنی زیادہ محبت ہوگئی کہ اتنی کسی اور سے نہیں تھی اور میرے نزدیک آپ ﷺ کا جو مقام تھا وہ کسی اور کا نہ تھا۔ میں نے آپ ؐ کے جلال اور رعب کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا تو امید تھی کہ جنتی ہوتا، لیکن اس کے بعد ہم بعض (دنیاداری کے) کاموں میں پھنس گئے اور اب میں نہیں جانتا کہ اس تیسری حالت میں میرا انجام کیا ہوگا؟ لہٰذا جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی عورت نہ ہو، نہ ہی (کوئی) آگ لے کر چلے اور جب تم مجھے دفن کرو تو اچھی طرح قبر پر مٹی ڈال دینا اور میری قبر کے گرد اتنی دیر تک (دعا کے لیے) کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میرے دل کو تسلی رہے اور مجھے پتہ چل جائے کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں''۔ [1]

۴)...... عبداللہ بن مبارکؒ نے اپنی کتاب 'الزھد' میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرض الموت کے وقت رونے لگے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے کہا کہ میں اس دنیا (کو چھوڑنے) پر نہیں رو رہا بلکہ اس بات پر رو رہا ہوں کہ (اخروی زندگی میں) سفر لمبا ہے اور میرا زادِ راہ تھوڑا ہے اور میں نے ایسی بلندی پر شام کی ہے کہ اس کی اترائی یا تو جنت میں ہے یا جہنم میں، اور میں نہیں جانتا کہ میرا مقام ان دونوں میں سے کہاں ہوگا!'' [2]

قبر میں عذاب کیوں ہوتا ہے؟

اللہ کا عذاب حقیقت میں ان گناہوں کی سزا ہے جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ یہ گناہ ایمان و عقیدہ سے متعلق بھی ہو سکتے ہیں اور عمل سے متعلق بھی۔ بعض احادیث میں ان گناہوں میں سے بعض گناہوں کا

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبله و کذا الھجرة و الحج، ح ۱۲۱۔

۲۔ کتاب الزھد، ص ۳۰۸۔

نام لے کر بتایا گیا کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مروی احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمایئے اور کوشش کیجیے کہ ہر قسم کے گناہ سے کنارہ کش رہیں۔

۱)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان دونوں کو (قبروں میں) عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا''۔ (۱)

۲)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غلام تحفہ میں ملا جسے مِدْعَم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ایک جنگ کے موقع پر اندھا تیر آ کر اسے لگا اور وہ وہیں مر گیا۔ لوگ کہنے لگے: اسے جنت مبارک ہو مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ چادر جو اس نے خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے چرالی تھی، وہ آگ کے شعلے بن کر اس پر برس رہی ہے''۔ (۲)

۳۔ قبر کے عذاب اور فتنے سے محفوظ رہنے والے خوش نصیب

بعض نیک لوگوں کو قبر میں ہر طرح کے فتنے اور عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، آئندہ سطور میں اس سلسلہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کے بارے میں احادیث میں صراحت کے ساتھ اس بات کا تذکرہ کیا گیا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کا عقیدہ بھی ٹھیک ہوتا ہے، اور مجموعی طور پر بھی وہ باعمل مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارتے ہیں۔

۱)......اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ اعزاز ہیں:

۱۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغیبة و البول۔

۲۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر۔

۱۔ پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔
۲۔ اسے عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔
۳۔ قیامت کی مصیبتوں سے وہ مامون رہتا ہے۔
۴۔ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک یاقوت ہی دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، سب سے قیمتی ہے۔
۵۔ گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔
۶۔ اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے"۔[1]

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نے بیان کیا کہ
"ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! تمام مسلمانوں کو قبر میں آزمایا جاتا ہے لیکن شہید کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے تو (راہِ جہاد میں) سر پر چمکتی ہوئی تلواروں کی آزمائش ہی کافی ہے"۔[2]

۲)......اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہونے والا

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مرنے والے شخص کے عمل کا ثواب ختم کر دیا جاتا ہے سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے مرے۔ اس کے عمل کا اجر اسے تا قیامت ملتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔"[3]

۳)......پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا

حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو پیٹ کی بیماری سے فوت ہوا تھا،

۱۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهيد، ح١٦٦٣۔ ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب فضل الشهادة في سبيل الله، ح٢٧٩٩۔ مسند احمد، ج٤ ص١٣١۔
۲۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب الشهيد، ح٢٠٥٥۔
۳۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطا، ح١٦٢١۔ السلسلة الصحيحة، ح١١٤٠۔

یہ سن کر وہ دونوں خواہش کرنے لگے کہ کاش وہ اس آدمی کے جنازے میں شریک ہوتے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا، کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ

((مَنْ يَّقْتُلُهُ بَطْنُهُ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهِ))[1]

''جسے پیٹ (کی کوئی بیماری) قتل کر دے، اسے قبر کا عذاب نہیں ہوگا''۔ تو دوسرے نے جواب میں کہا، ہاں کہا تھا۔

۴)...... جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہونے والا مسلمان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّاوَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ))[2]

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنے سے بچا لیں گے''۔

۵)...... کثرت سے سورۃ الملک کی تلاوت کرنے والا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((سُوْرَةُ تَبَارَكَ هِيَ الْمَانِعَةُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))[3]

''سورۂ تبارک (یعنی سورۃ الملک) عذاب قبر سے روکنے والی ہے''۔

۴۔ عذابِ قبر سے پناہ مانگنی چاہیے

نبی کریم ﷺ خود بھی عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی اس سلسلہ میں تاکید فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ بنی نجار کے ایک باغ میں ایک خچر پر جا رہے تھے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ کا خچر بدکا، اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دیتا۔ (جہاں خچر بدکا) وہاں پانچ، چھ یا چار

۱۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب من قتله بطنه، ح ٢٠٥٤۔ ترمذی، ح ١٠٦٤۔ ابن حبان، ح ٢٩٣٣۔

۲۔ ترمذی، کتاب الجنائز: باب ماجاء فیمن یموت یوم الجمعة، ح ١٠٧٤۔ احکام الجنائز، ص ٥٠۔

۳۔ السلسلة الصحیحة، ح ١١٤٠۔

قبریں تھیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: ''ان قبر والوں کے بارے میں کوئی شخص جانتا ہے؟'' ایک آدمی نے کہا: میں جانتا ہوں!، تو آپؐ نے پوچھا، یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس آدمی نے عرض کیا، شرک کے زمانہ میں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''لوگ قبروں میں آزمائے جاتے ہیں، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ کے حضور دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنا دے جس طرح کہ میں سنتا ہوں''۔ پھر آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے جہنم کے عذاب کی پناہ مانگو''۔ لوگوں نے کہا: ''ہم جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب کی پناہ مانگو''۔ لوگوں نے کہا: ''ہم ظاہری اور پوشیدہ فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''فتنۂ دجال سے بچاؤ کے لیے اللہ کی پناہ مانگو''۔ لوگوں نے کہا: ''ہم فتنۂ دجال سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں''۔ [1]

بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں عذابِ قبر سے پناہ کے لیے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ﴾ [2]

''یا اللہ! میں تجھ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی! میں تجھ سے مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے موت و حیات کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے گناہوں اور قرض (کے بوجھ) سے پناہ مانگتا ہوں''۔

......☆......

۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة و النار عليه ...... ح ۲۸٦۷۔

۲۔ بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام، ح ۸۳۲۔ صحيح مسلم، ح ۵۸۹۔

باب ۳

انسان اور قیامت

۱۔ قیامت کی حقیقت

۲۔ علاماتِ قیامت کا بیان

۳۔ صور پھونکے جانے کا بیان

۴۔ مناظرِ قیامت کا بیان

......☆......

فصل ا

قیامت کی حقیقت

اسلامی شریعت کی اصطلاح میں قیامت سے مراد ایک ایسا وقت ہے جب اللہ کے حکم سے 'صور' (ایک سینگ نما آلہ) میں فرشتہ پھونکے گا اور اس سے نہایت خوفناک اور دھماکہ خیز آواز نکلے گی جس سے کائنات کا موجودہ نظام درہم برہم اور تباہ و برباد ہو جائے گا۔ روئے زمین پر موجود ہر ذی روح کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سورج، چاند، ستارے بکھر جائیں گے۔ پہاڑ روئی کی مانند اڑائے جائیں گے۔ سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی۔ زمین کھینچ کر چٹیل میدان کی طرح کر دی جائے گی۔ قرآن مجید میں ''قیامت'' اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

پھر دوسری مرتبہ 'صور' میں پھونکا جائے گا تو پچھلے اگلے تمام کے تمام لوگ زندہ کر کے میدانِ محشر میں جمع کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کے تمام چھوٹے بڑے اعمال کا انتہائی باریک بینی اور پورے عدل وانصاف کے ساتھ حساب لیں گے۔ قرآن مجید میں اسے 'یوم الدین' یعنی بدلے اور جزا کا دن کہا گیا ہے۔

حساب کتاب کے بعد نیک صالح اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنی بنائی ہوئی ان جنتوں میں جگہ دیں گے جن میں ہر طرح کی نعمت، راحت اور لذت کا اہتمام ہوگا جب کہ کافروں اور نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے جیل خانے میں ڈال دیں گے جسے جہنم کہا جاتا ہے۔ جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ ہمیشہ کے لیے وہی رہیں گے اور جو جہنم میں ڈالیں جائیں گے، ان میں سے ایسے لوگوں کو جن کا عقیدہ ٹھیک ہوگا مگر وہ کئی صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے، ان کے گناہوں کے حساب سے سزا دینے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا جب کہ باقی لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہی میں رکھا جائے گا۔

جنت اور جہنم کی اس زندگی کو اُخروی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ اس اُخروی زندگی پر ایمان لانا بھی ایمان کے چھ بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ ایمان کے پانچ ارکان کا بیان تو قرآن مجید میں یکجا ملتا ہے جب کہ چھٹے رکن کا بیان احادیث میں مذکور ہے۔

قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں ایمان کے پانچ ارکان کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

(۱) : ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷]

''ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو''۔

(۲) : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول ﷺ پر، اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ سے، اس کے فرشتوں سے، اس کی کتابوں سے، اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا''۔ [سورۃ النساء:۱۳۶]

جن صحیح احادیث میں ایمان کے چھٹے رکن یعنی تقدیر پر ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ایک روایت یہ ہے:

﴿ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ......قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ ؟ قَالَ : أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ ﴾[1]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے...... اس نے کہا: آپ ﷺ مجھے ایمان کے متعلق آگاہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لائے''۔

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والسلام، ح۸۔ ومثلہ فی البخاری، ح۵۰۔

مذکورہ بالا چھ چیزیں ایمان کے بنیادی ارکان ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور ان ارکان میں سے ایک رکن ایمان بالآخرت ہے یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تمام اعمال کا تفصیلات و جزئیات کے ساتھ حساب لیا جائے گا، لہٰذا اس امتحان سے کامیابی کے لئے تیاری کرنی چاہیے۔

ایمان بالآخرت اور وقوع قیامت سے متعلقہ چند نصوص (آیات واحادیث)

آئندہ سطور میں ہم آخرت پر ایمان لانے سے متعلقہ چند مزید نصوص (یعنی آیات واحادیث) ذکر کرتے ہیں۔ پہلے آیات ملاحظہ فرمائیے:

(١) : ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [سورة التغابن : ٧]

''ان کافروں نے کیا یہ خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں، اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے۔''

(٢) : ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ﴾

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ صرف تیرے رب کی ذات عظمت اور عزت والی ہی باقی رہ جائے گی''۔ [سورۃ الرحمٰن: ٢٦، ٢٧]

(٣) : ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

''کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ یہ ایک بڑے دن اکیلے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام لوگ جہانوں کے پالنہار کے سامنے کھڑے ہوں گے''۔ [سورۃ المطففین: ٤ تا ٦]

(٤) : ﴿ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴾ [سورة الزاريات : ٥، ٦]

''یقیناً تم سے جو وعدے کئے جاتے ہیں (سب) سچے ہیں اور بے شک انصاف ہونے والا ہے''۔

(٥) : ﴿ وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾

''اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، ڈرا دیں۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا''۔ [سورۃ الشوریٰ: ٧]

(٦) : ﴿ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [سورة الحج: ٧]

''یقیناً قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو اٹھائے گا''۔

(۷) : ﴿ اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا اَدْرٰكَ مَاالْحَاقَّةُ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ بِالْقَارِعَةِ ﴾

''ثابت ہونے والی، ثابت ہونے والی کیا ہے؟ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟ اس کھڑکا دینے والی (قیامت) کو ثمود و عاد نے جھٹلا دیا تھا''۔[سورۃ الحاقۃ: ا تا ۴]

(۸) : ﴿ لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهُ بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهُ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [سورة القيامة : ١تا ١٢]

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہے۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔ ہاں کریں گے، ہم تو قادر ہیں کہ اس کے پور پور تک کو برابر کر دیں بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا جائے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟۔ پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے اور چاند بے نور ہو جائے اور سورج و چاند جمع کر دیئے جائیں۔ اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ نہیں نہیں کوئی پناہ گاہ نہیں۔ آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرار گاہ ہے''۔

(۹) : ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾[سورة التكا ثر : ٣ تا ٨]

''ہرگز نہیں تمہیں جلد علم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں پھر تم معلوم کر لو گے۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو، تو بے شک تم جہنم دیکھ لو گے اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر اس دن تم سے ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا''۔

(۱۰) : ﴿ وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾

''اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی سچ ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ ہاں، قسم ہے میرے رب کی! وہ واقعی امر حق ہے اور تم کسی طرح (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔''[یونس:۵۳]

اسی طرح احادیث میں بھی آخرت کے حوالے سے بہت سی تفصیلات ملتی ہیں، یہاں ایک حدیث

ملاحظہ فرمائیے:

﴿ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: کَذَّبَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَکْذِیْبُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ لَنْ یُعِیْدَنِیْ کَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهِ ﴾[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اسے زیب نہیں دیتا اور ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے جو اسے زیب نہیں دیتا۔ اس کا جھٹلانا اس طرح ہے کہ وہ میرے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز مجھے دوبارہ زندہ نہیں کریں گے حالانکہ اسے دوبارہ زندہ کرنا میرے لئے اس کی پہلی زندگی سے بھی آسان تر ہے''۔

منکرین قیامت کی سزا

کافر ومشرک لوگوں نے قیامت کے وقوع کو ہمیشہ مذاق سمجھا اور اس سے انکار کیا، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ انہیں اس گناہ کی پاداش میں سخت سزا دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ذیل میں کچھ آیات ملاحظہ فرمائیے:

(۱) : ﴿ بَلْ کَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ کَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴾[الفرقان . ۱۱]

''بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے''۔

(۲) : ﴿ وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴾

''اور جنہوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا، وہ سب عذاب میں پکڑوا دیئے جائیں گے''۔ [سورۃ الروم:۱۶]

(۳) : ﴿ وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ ﴾[سبا : ۴۲]

''اور ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے''۔

(۴) : ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

۱۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ "قل هو الله"، ح۴۹۷۵۔

بِرَبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَأُولٰئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [الرعد : ٥]

''اگر تجھے تعجب ہوتو واقعی ان کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔ یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

وقوعِ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

جیسا کہ درج ذیل آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) : ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سورة الاعراف : ١٨٧]

''یہ لوگ آپ ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے، اس کے وقت پر اس کو سوائے اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا، وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ ﷺ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

(۲) : ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴾ [سورة طٰهٰ : ١٥]

''قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو۔''

(۳) : ﴿ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [سورة الاحزاب : ٦٣]

''لوگ آپؐ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے''۔

(۴): حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ

''ایک دن اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سائل سے زیادہ مسئول بھی نہیں جانتا، (یعنی جیسے سائل کو علم نہیں ویسے مجھے بھی معلوم نہیں) البتہ میں تمہیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں:

''جب لونڈی مالکہ کو جنم دے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے جسموں اور ننگے پاؤں والے (غریب لوگ) لوگوں کے سردار بن گئے ہیں تو یہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔'' (دراصل) ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی):

﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤]

''بلا شبہ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی بارش نازل کرتا ہے وہی جان سکتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے اور کل کوئی نفس کیا کرے گا (اللہ کے سوا) وہ نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی نفس یہ جانتا ہے کہ وہ کس زمین پر فوت ہوگا۔''(١)

(٥): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ : لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾

''جس شخص نے تمہیں یہ حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے تھے اس نے جھوٹ بولا کیونکہ آپ کہا کرتے تھے کہ غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں''۔(٢)

قیامت اچانک آئے گی

جب قیامت آئے گی تو اس کا وقوع اچانک اور اتنا جلد ہوگا کہ انسان کو اپنے جس کام میں مصروف ہوگا، اسے پورا کرنے کی بھی فرصت نہ ملے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [سورة يٰس: ٤٨تا٥٠]

''اور یہ (کفار) پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی؟ یہ لوگ جس چیز کے انتظار میں ہیں وہ تو بس ایک دھماکہ ہے جو انہیں اس حال میں آئے گا کہ یہ لوگ (دنیاوی معاملات میں) جھگڑ رہے ہوں گے، اس وقت نہ تو یہ کچھ وصیت کر سکیں گے، نہ ہی اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے''۔

١۔ بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة لقمان، باب قوله "إنَّ اللّٰهَ عِندَهُ ...." ح ٤٧٧٧۔

٢۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ: " عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا " ح ٧٣٨٠۔

قیامت قریب ہے؛ ایک اشکال کا جواب

قرآن مجید کی بعض آیات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ قیامت قریب ہے، جب کہ دوسری طرف ان آیات کے نزول کے بعد چودہ صدیاں گزر گئی ہیں مگر ابھی تک قیامت کا وقوع تو دور، اس کی بڑی بڑی علامتیں بھی ظاہر نہیں ہوئیں۔ چنانچہ اس سے یہ اشکال اور شبہ لاحق ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات کا کیا مطلب ہے جن میں قیامت کے وقوع کو قریب قرار دیا گیا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اسی اشکال کو دور کرنا چاہیں گے، تاہم پہلے وہ آیات ملاحظہ فرمالیں جن میں وقوع قیامت کے قریب ہونے کا ذکر ہے۔

(۱) : ﴿ وَقَالُوْا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْحَدِيْدًا اَوْخَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾

''انھوں (کافروں) نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو کر (ریزہ ریزہ) ہو جائیں گے، تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ جواب دیجئے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو، پھر وہ یہ پوچھیں کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے۔ آپ جواب دے دیں کہ وہی اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا۔ اس میں وہ اپنے سر ہلا ہلا کر آپ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو آپ جواب دے دیں کہ کیا عجب کہ وہ قریب ہی آن لگی ہو''۔ [سورۃ الاسراء:۴۹تا۵۱]

(۲): ﴿ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ [سورة الاحزاب:٦٣]

''لوگ آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ آپ کو کیا خبر، بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو''۔

(۳) : ﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا﴾ [سورة المعارج : ٥ تا ٧]

''پس تو اچھی طرح صبر کر، بے شک یہ اس (قیامت کے عذاب) کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں''۔

(٤) : ﴿ اِنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرَابًا﴾ [سورة النباء : ٤٠]

''ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا (اور چوکنا کر دیا) ہے، جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہوتا''۔

(٥) : ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [سورة الانبياء : ١]

''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں''۔

(٦) : ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ [سورة القمر : ١]

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا''۔

مذکورہ دلائل سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے یہ بات کہی گئی تھی کہ ''قیامت قریب ہے''، مگر یہ کیسی قریب ہے کہ چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود اس کا وقوع نہیں ہوا، اور ابھی بھی کوئی حتمی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے وقوع کو مزید کتنے سو یا کتنے ہزار یا لاکھ سال درکار ہیں، علاوہ ازیں قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں (امام مہدیؒ، حضرت عیسیٰؑ، دجال اکبر وغیرہ) تا حال ظاہر نہیں ہوئیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی قیامت کا وقوع بعید ہے مگر قرآن اسے قریب کیوں کہتا ہے؟

مفسرین نے اس اشکال کے کئی جواب دیئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

۱۔ قریب و بعید جس طرح دور و نزدیک کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اسی طرح کسی چیز کے وقوع اور عدم وقوع کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی ''قیامت قریب ہے'' کا معنی یہ ہوا کہ اس کا وقوع یقینی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

﴿ كُلُّ مَا اٰتٍ فَهُوَ قَرِيْبٌ وَّوَاقِعٌ وَلَا مَحَالَةَ ﴾ (١)

''جو چیز آنے والی ہو اسے قریب کہا جاتا ہے، لہٰذا اس کا وقوع لامحالہ ضروری ہے''۔

یہی معنی مفسر قرطبیؒ، آلوسیؒ اور کئی دوسرے مفسرین سے منقول ہے۔ (٢)

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج٤ ص٦٥٧۔

۲۔ مثلاً دیکھیے: تفسیر قرطبی، ج١٠ ص٢٤٠۔

اس کے علاوہ مذکورہ آیت سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

﴿ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا ﴾ [المعارج: ٦، ٧]

''وہ (کافر) اسے بعید سمجھتے ہیں حالانکہ ہم اسے قریب سمجھتے ہیں۔''

اس آیت میں بعید کا یہ معنی نہیں کہ کافر وقوع قیامت پر یقین تو رکھتے تھے مگر اس کے وقوع کو بعید (بمعنی دور) سمجھتے تھے کہ جب یہ قریب ہوگی تو اس کی تیاری کرلیں گے بلکہ وہ قیامت کے وقوع کو ایک امر ناممکن (Impossible) سمجھتے تھے اور یہاں بعید ناممکن کے معنی میں ہے اور قریب ممکن کے معنی میں ہے یعنی کافر قیامت کے وقوع کو ناممکن سمجھتے ہیں اور ہم اسے ممکن سمجھتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

﴿ ((إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا)) أَيْ وُقُوْعُ الْعَذَابِ وَقِيَامُ السَّاعَةِ يَرَاهُ الْكَفَرَةُ بَعِيْدَ الْوُقُوْعِ بِمَعْنَى مُسْتَحِيْلُ الْوَقُوْعِ ((وَنَرَاهُ قَرِيبًا)) أَيْ الْمُؤْمِنُوْنَ يَعْتَقِدُوْنَ كَوْنَهُ قَرِيْبًا وَّ إِنْ كَانَ لَهُ أَمَدٌ لَّا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لٰكِنْ كُلُّ مَاهُوَ اٰتٍ فَهُوَ قَرِيْبٌ وَّوَاقِعٌ لَّا مَحَالَةَ ﴾[1]

''کافر عذاب اور قیامت کے وقوع کو بعید یعنی ناممکن سمجھتے ہیں جبکہ اہل ایمان اس کا وقوع قریب سمجھتے ہیں اگر چہ اس کی حتمی مدت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں مگر جس کا وقوع یقینی وقطعی ہو وہی قریب ہے''۔

یہی معنی بعض اور مفسرین مثلا امام قرطبیؒ وعلامہ آلوسیؒ نے بھی بیان کئے ہیں۔[2]

۲۔ قیامت کا قرب وبعد کائنات کی عمر کے ساتھ موقوف ہے یعنی جب سے کائنات معرض وجود میں آئی ہے، اب تلک اس کی مجموعی عمر کا بہت بڑا حصہ بیت چکا ہے جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ

﴿ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ ﴾

''تم سے پہلے جو امتیں گذر چکی ہیں، ان کے مقابلے میں تمہاری (مدت) بقا اتنی ہے جتنی (مدت) نماز عصر سے غروب شمس تک ہے''۔[3]

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج۴ص ۶۵۷۔

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: تفسیر قرطبی، ج۱۰ص ۲۴۰۔ روح المعانی، ج۲۹ص ۹۳۔ وغیرہ۔

۳۔ بخاری، کتاب التوحید، باب فی المشیة والارادة، ح۷۴۶۷۔

اس آیت (عسی ان یکون قریبا /شاید قیامت قریب ہو) کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿ قُرْبُهُ لِاَنَّ مَابَقِي مِنْ زَمَانِ الدُّنْيَا اَقَلّ مِمَّا مَضٰى مِنْهُ ﴾[1]

''قیامت قریب ہے کیونکہ دنیا کی عمر کا جتنا وقت باقی ہے، اس سے زیادہ گذر چکا ہے''۔

اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ سے بھی مروی ہے۔[2]

۳۔ قیامت کے قرب و بعد کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ موقوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت انتہائی قریب ہے جبکہ لوگوں کے سامنے بعید ہے حتیٰ کہ ان آیات کے سب سے پہلے مخاطبین (کفار مکہ) کی زندگی میں یہ وعید سنائی گئی اور انہیں قرب قیامت سے ڈرایا گیا مگر ان کی زندگی بیت گئی مزید برآں چودہ سو سال بیت گئے، لہٰذا وقوع قیامت لوگوں کے لئے بعید بلکہ انتہائی بعید رہا لیکن اللہ تعالیٰ کے حساب سے دنیا کی کل مدت چند دن سے زیادہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار (دوسری آیت کے مطابق پچاس ہزار) سالوں کے برابر ہے، جیسا کہ ایک آیت میں ہے:

﴿ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [سورة السجده : ٥]

''ایک ایسے دن میں جس کا اندازہ تمہاری گنتی میں ہزار سال کے برابر ہے''۔ دوسری آیت میں ہے:

﴿ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴾ [سورة المعارج : ٤]

''ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے''۔

لہٰذا اللہ کے علم کے مطابق قیامت انتہائی قریب ہے۔ درج ذیل آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيْدًا وَنَرَاهُ قَرِيْبًا ﴾ [سورة المعارج : ٥،٦]

''وہ اسے دور سمجھتے ہیں جبکہ ہم اسے قریب دیکھتے ہیں''۔

علامہ آلوسیؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ایک یہ معنی ذکر کیا ہے کہ

''کچھ مشرکین وقوع قیامت کو ممکن سمجھتے تھے لیکن وقتِ وقوع کو بعید خیال کرتے تھے''۔[3]

......☆......

۱۔ روح المعانی، ج۱۵ ص۱۱۹۔ ۲۔ دیکھئے النهاية في الفتن، ج۱ ص۱۹۵۔

۳۔ تفسیر روح المعانی، ج۲۹ ص۹۳۔

فصل ۲

علامات قیامت کا بیان

جس طرح عام طور پر ایک انسان کی موت سے پہلے موت کے کچھ قوی آثار نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں، تقریباً اسی طرح اس عالم فانی کی موت یعنی قیامت سے پہلے اس کی نشانیاں اور علامات ظاہر ہوں گی۔ ان علاماتِ قیامت میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں اور بعض کا نبی کریم ﷺ نے مختلف احادیث میں کیا ہے۔ ان علامات میں سے بعض کو علاماتِ صغریٰ (یعنی قیامت کی چھوٹی نشانیاں) کہا جاتا ہے اور بعض کو علاماتِ کبریٰ (یعنی قیامت کی بڑی نشانیاں)۔ چھوٹی علامتوں کا ظہور تو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی ہو گیا تھا، جب کہ بڑی بڑی علامتوں کا ظہور بالکل آخری وقت میں ہوگا۔ اس موضوع پر چونکہ ہم ایک مفصل کتاب بعنوان: ''قیامت کی نشانیاں'' لکھ چکے ہیں، اس لیے اس کی تفصیل یہاں بیان نہیں کریں گے، البتہ اپنی مذکورہ بالا کتاب سے قیامت کی نشانیوں کی پوری فہرست یہاں نقل کر رہے ہیں، تفصیل کے شائقین ہماری کتاب 'قیامت کی نشانیاں' ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۱۔ خاتم النبیین ﷺ کا ظہور
۲۔ انشقاق القمر (چاند کا دو ٹکڑے ہونا)
۳۔ نبی علیہ السلام کی وفات
۴۔ امت مسلمہ کا ظہور
۵۔ ہر گھر میں اسلام داخل ہوگا
۶۔ ہر طرف امن و امان ہوگا
۷۔ فتنوں کا ظہور
۸۔ فتنے مشرق سے ظاہر ہوں گے
۹۔ قتل عام ہوگا
۱۰۔ جنگ جمل
۱۱۔ جنگ صفین
۱۲۔ خوارج کا ظہور
۱۳۔ جھوٹے نبیوں اور دجالوں کا ظہور

۱۴۔ مال و دولت کی فراوانی
۱۵۔ بیت المقدس کی فتح
۱۶۔ طاعون کی وبا
۱۷۔ ارض حجاز سے آگ کا روشن ہونا
۱۸۔ ترکوں سے جنگ
۱۹۔ امانت مفقود اور خیانت بھرپور ہوگی
۲۰۔ جابر حکمران ہوں گے
۲۱۔ فحاشی پھیل جائے گی
۲۲۔ عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی
۲۳۔ علم کا خاتمہ اور جہالت میں اضافہ ہو جائے گا
۲۴۔ زنا کاری عام ہوگی
۲۵۔ شراب حلال سمجھی جائے گی
۲۶۔ گانا بجانا رواج پا جائے گا
۲۷، ۲۸۔ رشتہ داری توڑی جائے گی اور ہمسائیگی بری ہوگی
۲۹۔ لوگ اجنبی بن جائیں گے
۳۰۔ جھوٹ بکثرت بولا جائے گا
۳۱۔ جھوٹی گواہی دی جائے گی
۳۲۔ بدعملی پھیل جائے گی
۳۳۔ لوگ بخیل ہو جائیں گے
۳۴۔ امت مسلمہ (میں سے بعض لوگ) شرک میں مبتلا ہو جائیں گے
۳۵۔ مساجد میں (غیر ضروری) نقش و نگار اور زیب و زینت کی جائے گی
۳۶، ۳۷۔ سود اور حرام مال بکثرت کھایا جائے گا
۳۸۔ کاروبار میں عورتیں بھی شریک ہوں گی
۳۹۔ سیاہ خضاب استعمال کیا جائے گا
۴۰۔ قریش کا خاتمہ ہو جائے گا
۴۱۔ کفار کی تقلید کی جائے گی

۴۲۔ زلزلے بکثرت ہوں گے
۴۳، ۴۴۔ صورتیں مسخ ہوں گی اور لوگ زمین میں دھنسائے جائیں گے
۴۵۔ دل کا دورہ بکثرت ہوگا
۴۶۔ 'السلام علیکم' صرف ''معروف'' لوگوں کو کیا جائے گا
۴۷۔ قرآن کو بھیک مانگنے کا ذریعہ بنایا جائے گا
۴۸، ۴۹۔ دعا اور طہارت میں زیادتی کی جائے گی
۵۰۔ ''نااہل'' عہدے سنبھال لیں گے
۵۱۔ غریب امیر ہو جائیں گے
۵۲۔ فلک بوس عمارتیں بنانے میں مقابلہ بازی ہوگی
۵۳۔ قرطاس وقلم کا ظہور (نشر واشاعت)
۵۴۔ عقل پرست استاد بن جائیں گے
۵۵۔ زمانہ قریب ہو جائے گا
۵۶۔ بازار قریب قریب ہوں گے
۵۷۔ لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی
۵۸۔ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہوگی
۵۹۔ نیک لوگ کم ہو جائیں گے
۶۰۔ دین اجنبی ہو جائے گا
۶۱۔ لوگ بدل جائیں گے
۶۲۔ بارش بکثرت ہوگی مگر خیمے محفوظ رہیں گے
۶۳۔ بارش بکثرت ہوگی مگر پیداوار نہیں ہوگی
۶۴۔ قسطنطنیہ کی فتح ہوگی
۶۵۔ روما فتح ہوگا
۶۶۔ کفار مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے
۶۷۔ ہر گھر میں فتنہ داخل ہو جائے گا
۶۸۔ عیسائیوں سے مل کر مسلمان تیسرے ملک سے لڑیں گے پھر انہی عیسائیوں سے جنگ ہوگی
۶۹۔ رومی کثرت تعداد میں بڑھ جائیں گے

۷۰۔ دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا
۷۱، ۷۲۔ مرد تھوڑے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی
۷۳۔ مصر، شام اور عراق اپنے پیمانے اور خزانے روک لیں گے
۷۴۔ موت کی تمنا کی جائے گی
۷۵۔ بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والا لشکر زمین میں دھنس جائے گا
۷۶۔ ایک قحطانی حکمران ہوگا
۷۷۔ ایک جھجاہ نامی بادشاہ ہوگا
۷۸، ۷۹۔ حیوانات و جمادات انسان سے ہم کلام ہوں گے
۸۰۔ شجر و حجر پکار اٹھیں گے
۸۱۔ مؤمن کا ہر خواب سچا ثابت ہوگا
۸۲۔ عرب کے دشت و صحرا باغات میں بدل جائیں گے
۸۳۔ مدینہ ویران ہو جائے گا
۸۴۔ امام مھدیؑ کا ظہور ہوگا
۸۵۔ خروج دجال
۸۶۔ نزول عیسیٰؑ ابن مریمؑ
۸۷۔ یاجوج وماجوج قوموں کا ظہور
۸۸۔ امن وامان کا سنہری دور آئے گا
۸۹۔ مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب میں خسف
۹۰۔ ہر طرف دھواں چھا جائے گا
۹۱۔ سورج مغرب سے طلوع ہوگا
۹۲۔ دابۃ الارض نکلے گا
۹۳۔ ہر بندہ مؤمن کی روح قبض کر لی جائے گی
۹۴۔ بیت اللہ کی حرمت پامال کر دی جائے گی
۹۵۔ زمین پر صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے
۹۶۔ ایک خوفناک آگ ظاہر ہوگی۔

فصل ۳

صور پھونکے جانے کا بیان

'صور' ایک بگل نما آلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فرشتے (اہل علم کے بقول حضرت اسرافیل علیہ السلام) کو دیا ہے، یہ فرشتہ اسے اپنے منہ میں لیے حکم الٰہی کا منتظر ہے اور یہی اس فرشتے کی ذمہ داری ہے کہ قیامت برپا کرنے کے لیے یہ اللہ کے حکم سے اس صور میں پھونکے گا اور اس سے ایک ایسی خوفناک آواز پھیلے گی جسے سننے والا ہر ذی روح مر جائے گا۔ حتیٰ کہ بعد میں دیگر فرشتوں کی موت کے ساتھ صور میں پھونکنے والے فرشتے کو بھی اللہ کے حکم سے موت آ جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو پہلے زندہ کریں گے اور باقی لوگوں کو زندہ کرنے کے لیے اس فرشتے کو حکم دیں گے کہ صور میں پھونکو، چنانچہ یہ اللہ کے حکم سے دوبارہ اس صور میں پھونکیں گے۔ اور اس آواز سے اللہ تعالیٰ پھر تمام مخلوق کو زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کریں گے۔

صور پھونکے جانے کے بارے میں قرآن وسنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم صور سے متعلق درج ذیل نکات پر بات کریں گے:

۱۔ قرآن مجید میں صور پھونکے جانے کا تذکرہ

۲۔ احادیث میں صور پھونکے جانے کا تذکرہ

۳۔ صور کتنی مرتبہ پھونکا جائے گا؟

۴۔ صور میں پھونکنے والا فرشتہ کون ہے؟

۱۔ قرآن مجید میں صور پھونکے جانے کا تذکرہ

قرآن مجید میں صور پھونکنے کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [سورة الزمر:٦٨، ٦٩]

''اور صور پھونک دیا جائے گا، پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو (کر مر) جائیں گے مگر

جسے اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامۂ اعمال حاضر کئے جائیں گے اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کر دیئے جائیں گے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

سورۂ زمر کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر کے تحت حافظ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں:

''جب صور پھونک دیا جائے گا تو آسمانوں اور زمین والے سب مردہ ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔ یہ دوسرا صور ہوگا جس سے ہر زندہ نفس مر جائے گا، خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں مگر وہ (نہیں مرے گا) جسے اللہ چاہے جیسا کہ نَـفْـخُ فِـي الصَّوْرُ والی مشہور حدیث میں ہے۔ پھر باقی بچنے والوں کی روحیں قبض کی جائیں گی۔ یہاں تک کہ سب سے آخر میں ملک الموت مرے گا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہ جائے گا جو حی وقیوم ہے، جو اول سے ہے اور آخر میں بھی ہمیشگی اور بقا کے ساتھ رہے گا اور اللہ تعالیٰ (اس وقت) کہیں گے: آج کس کی بادشاہت ہے؟ تین مرتبہ یہی بات کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے آپ کو جواب دیں گے کہ آج صرف اللہ کی بادشاہت ہے جو اکیلا اور قہار ہے۔ (نیز اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) پہلے بھی میں اکیلا ہی تھا اور اب بھی میں ہی ہر چیز پر غالب ہوں اور میں نے ہر چیز کو فنا ہو جانے کا حکم دے دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کریں گے اور انہیں حکم دیں گے کہ وہ صور پھونکیں۔ یہ تیسرا [اور بعض اہل علم کے بقول دوسرا (مترجم)] صور ہوگا، جس سے وہ ساری مخلوق جو مردہ تھی، زندہ ہو جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾[سورة الزمر:٦٨]

''پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ (سب) کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے''۔(١)

۲۔ احادیث میں صور پھونکے جانے کا تذکرہ

کئی احادیث میں صور پھونکے جانے کا ذکر ملتا ہے، ذیل میں اس نوع کی چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

١۔ تفسیر ابن کثیرؒ، ج ٤ ص ٩٦۔

((قال اعرابی یارسول الله! مَا الصُّوْرُ؟ قَالَ: قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ))[1]

''ایک دیہاتی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! 'صور' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی''۔

۲۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صَاحِبُ الصُّوْرِ وَاضِعٌ الصُّوْرَ عَلٰی فِیْهِ مُنْذُ خُلِقَ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ اَنْ یَنْفُخَ فِیْهِ فَیَنْفُخُ))[2]

''جس فرشتے کو صور دیا گیا ہے، وہ جب سے پیدا ہوا ہے، تب سے اس صور کو اپنے منہ پر رکھے ہوئے اس انتظار میں ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم ملے اور وہ صور پھونکے''۔

۳۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((کَیْفَ اَنْعَمُ وَقَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَحَنٰی جَبْهَتَهُ وَاَصْغٰی سَمْعَهُ یَنْتَظِرُ اَنْ یُؤْمَرَ اَنْ یَنْفُخَ فَیَنْفُخُ))[3]

''میں کیسے بے پروا ہوسکتا ہوں جب کہ 'صور' والے فرشتے نے 'صور' اپنے منہ میں لیا ہوا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکایا ہوا ہے اور وہ اپنا کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے (اس میں پھونکنے کا) حکم ملے اور وہ اس میں پھونکے''۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثُمَّ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَلَا یَسْمَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰی لِیْتًا وَرَفَعَ لِیْتًا، قَالَ: وَاَوَّلُ مَنْ یَسْمَعُهُ رَجُلٌ یَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ، قَالَ: فَیَصْعَقُ وَیَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰهُ اَوْ قَالَ: یُنْزِلُ اللّٰهُ مَطَرًا کَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ، نعمان الشاك فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَنْظُرُوْنَ))[4]

۱۔ ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الزمر، ح ٣٢٤٤۔

۲۔ صحیح الجامع الصغیر، للالبانیؒ، ح٣٦٤٦۔

۳۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، ح٣٢٤٣۔

٤۔ مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، ح ٢٩٤٠۔

''پھر صور پھونکا جائے گا اور جوکوئی اسے سنے گا وہ گردن اٹھا کر اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ صور پھونکے جانے کی آواز سب سے پہلے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹ کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا اور وہ اسے سنتے ہی مر جائے گا، اسی طرح باقی تمام لوگ بھی مر جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ دھند، یا شبنم کی شکل میں بارش نازل کریں گے جس سے لوگوں کے جسم (قبروں سے) اُگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک تمام لوگ کھڑے ہو کر (یعنی زندہ ہو کر) حیران و پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگ جائیں گے۔ پھر آواز آئے گی: لوگو! اپنے رب کے حضور پیش ہو جاؤ اور وہاں کھڑے ہو جاؤ، تمہارا حساب کتاب ہونے والا ہے''۔ (۱)

۳۔ صور کتنی مرتبہ پھونکا جائے گا؟

صور پھونکے جانے سے متعلقہ مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ بہت سے اہل علم نے اس سلسلہ میں یہی رائے دی ہے۔ اس رائے کی تائید جہاں دیگر دلائل سے ہوتی ہے، وہاں اس کی تائید حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ، قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: اَبَيْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً، قَالَ: اَبَيْتُ)) (۲)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو مرتبہ صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ یا چالیس ماہ؟ یا چالیس سال؟ تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ (ممکن ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرمؐ سے چالیس کے عدد کی تعیین نہ سنی ہو، اس لیے انہوں نے کہا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا)''۔

بعض اہل علم نے صور پھونکے جانے سے متعلقہ آیات و احادیث کے عموم اور ایک ضعیف روایت

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب فی خروج الدجال ...، ح ۲۹٤۰۔ احمد، ۲/۱٦٦۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب مابین نفختین، ح ۲۹۵۵۔

(جس میں ہے کہ صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا)[1] کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ صور، تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے جبکہ بعض کے نزدیک صور چار مرتبہ پھونکا جائے گا۔ واللہ اعلم!

۴۔ صور میں پھونکنے والا فرشتہ کون ہے؟

'صور' سے متعلقہ اَحادیث میں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ ایک فرشتہ صور پھونکنے کی ذمہ داری پر مقرر ہے۔ یہ فرشتہ کون ہے؟ اس کے بارے میں بعض کمزور درجہ کی روایات میں ہے کہ یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور بہت سے اہلِ علم بغیر کسی اختلاف کے شروع سے اس فرشتے کا نام اسرافیل ہی بتاتے چلے آ رہے ہیں، مثلاً حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں تفسیر طبری سے یہ روایت نقل کی ہے:

((إِنَّ إِسْرَافِيْلَ قَدِ الْتَقَمَ الصُّوْرَ وَحَنٰى جَبْهَتَهُ يَنْتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ فَيَنْفُخَ))[2]

''حضرت اسرافیل نے 'صور' اپنے منہ میں لیا ہوا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکایا ہوا ہے اور وہ انتظار کر رہے ہیں کہ کب انہیں (اس میں پھونکنے کا) حکم ملے اور وہ اس میں پھونک دیں''۔

اسی طرح سورۂ انعام کی آیت ۷۳ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ

"والصحيح ان المراد بالصور القرن الذى ينفخ فيه اسرافيل عليه السلام"

''صحیح بات یہ ہے کہ اس صور سے مراد وہ نرسنگھا ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے''۔[3]

......☆......

۱۔ دیکھیے: فتح الباری، ج ۱۱، ص ۳۶۹

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: رواہ مسلم فی صحیحہ ''اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ٤٣٢] مگر تلاش کے باوجود مجھے یہ روایت مسلم میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم!

۳۔ تفسیر ابن کثیر (ایضا) حافظ ابن کثیرؒ نے کئی ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں ہے کہ صور، اسرافیل کے منہ میں ہے اور وہ حکم الٰہی کے منتظر ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مشہور یہی ہے کہ یہ اسرافیل فرشتہ ہے۔ دیکھیے: فتح الباری، ج ۱۱، ص ۳۶۸۔

فصل ۴

مناظر قیامت کا بیان

صور پھونکے جانے کے ساتھ ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔ قیامت کے مناظر انتہائی ہولناک ہوں گے۔ آئندہ صفحات میں ہم قرآن مجید کی روشنی میں قیامت کے چند ہولناک مناظر کا تذکرہ کریں گے۔

قیامت کے ہولناک مناظر

(۱)...... ﴿ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ وَّالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيْئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا أَغْنٰى عَنِّي مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّي سُلْطٰنِيَهْ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴾ [سورة الحاقة: ١٣ تا ٣٤]

''پس جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔ اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم سامنے پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے پس وہ ایک دل پسند زندگی میں بلند و بالا جنت میں ہوگا، جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے

گا) کہ مزے سے کھاؤ پیو، اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گذشتہ زمانے میں کیے لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش! مجھے تو میری کتاب (اعمال نامہ) دی ہی نہ جاتی اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو۔ بے شک یہ اللہ عظمت والے پہ یقین نہ رکھتا تھا اور مسکین کو کھلانے پر رغبت نہ رکھتا تھا"۔

(۲)...... ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [سورة الحج: ۱، ۲]

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لو گے، ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلاتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے"۔

(۳)...... ﴿ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَإِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴾ [سورة التكوير: ۱ تا ۱٤]

"جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں کھلی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔ اور جب جانیں (جسموں سے) ملا دی جائیں گی اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟ اور جب نامۂ اعمال کھول دیئے جائیں گے اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے گی اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی تو اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر وہ آیا ہوگا"۔

(٤)...... ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ يٰٓاَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ إِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَحِيْمٍ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [سورة الانفطار: ١ تا١٩]

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے۔ اور جب قبریں (شق کر کے) اکھاڑ دی جائیں گی۔ (اس وقت) ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے (یعنی اگلے پچھلے اعمال) کو معلوم کر لے گا۔ اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا؟ جس (رب نے) تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر (درست اور) برابر بنایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم تو جزا وسزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ یقیناً تم پر نگہبان عزت والے لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔ یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش وآرام اور) نعمتوں میں ہوں گے اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ بدلے والے دن اس میں جائیں گے۔ وہ اس سے کبھی غائب نہ ہونے پائیں گے۔ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ میں پھر (کہتا ہوں کہ) تجھے کیا معلوم ہے کہ جزا (اور سزا) کا دن کیا ہے؟ (وہ ہے) جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی کا مختار نہ ہوگا، اور (تمام تر) احکام اس روز اللہ ہی کے ہوں گے''۔

(٥)...... ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَإِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ يٰٓاَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ إِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ يَدْعُوْ ثُبُوْرًا وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴾ [سورة الانشقاق: ١ تا١٢]

''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور اسی کے لائق وہ ہے اور جب زمین (کھینچ کر) پھیلا دی جائے گی اور اس میں جو ہے اسے وہ اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم پر کان لگا دے گی اور اسی کے لائق وہ ہے۔ اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ

کوشش اور تمام کام اور محنتیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔ تو (اس وقت) جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا۔ ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو بلانے لگے گا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا''۔

(٦)...... ﴿ اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ [سورة القارعة: ١ تا ١١]

''کھڑکھڑا دینے والی۔ کیا ہے کھڑکھڑا دینے والی۔ تجھے کیا معلوم کہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے۔ جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے، اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ وہ تند و تیز آگ ہے''۔

(٧)...... ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [سورة الزلزال: ١ تا ٨]

''جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی۔ اس لئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا''۔

......☆......

باب۴

انسان اور حشر ونشر

۱۔ حشر ونشر کا بیان

قیامت برپا ہونے کے بعد تمام لوگوں کو زندہ کر کے اور ان کی قبروں سے اٹھا کر انہیں ایک بہت بڑے میدان میں اکٹھا ہونے کا حکم ہوگا۔ یہ میدان اس جگہ پر بنا ہوگا جہاں ملک شام ہے، اور اسی کھلے اور بڑے میدان کو میدانِ حشر یا محشر بھی کہا جاتا ہے۔ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا اور ان کے اعمال ہی کے حساب سے انہیں میدان حشر میں لے جایا جائے گا۔ یعنی نیک لوگوں کی نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ اس موقع پر ہر لحاظ سے اچھا سلوک کیا جائے گا اور برے لوگوں کے ساتھ ان کی برائی اور گناہ کی وجہ سے برا سلوک کیا جائے گا۔

قیامت کے روز لوگوں کو کس طرح قبروں سے اٹھایا جائے گا؟

قیامت کا دن انتہائی خوفناک ہوگا، تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے ننگے پاؤں اور ننگے بدن اٹھایا جائے گا۔ جو لوگ مٹی میں دفن ہوئے ان کے بدنوں کو مٹی سے اٹھایا جائے گا۔ جو کوئی سمندر میں غرق ہوا، اس کا بدن وہیں سے نکالا جائے گا، جو پرندوں کے پیٹوں میں چلا گیا، اسے انہی پرندوں کے پیٹوں سے اکٹھا کیا جائے گا۔ شہداء کو ان کے زخموں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ایمان پر مرنے والے کو ایمان کی حالت میں اور کفر پر مرنے والے کو کفر ہی کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ نیک لوگوں کے ساتھ ان کی نیکی کی وجہ سے نرمی کی جائے گی جب کہ گناہ گاروں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ اب آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِیْعًا یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ؟ قَالَ: یَا عَائِشَةُ! اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ یَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ)) (۱)

۱۔ مسلم، کتاب الجنة، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة، ح۲۸۵۹۔

''قیامت کے روز لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ حالت میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس طرح تمام مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! وہ دن اس قدر سخت ہوگا کہ لوگوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہ رہے گا''۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّكُمْ مُلَاقُوا اللّٰهَ حُفَاةً عُرَاةً مُشَاةً غُرْلًا)) [1]

''تم لوگ (روز قیامت) ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ اور پیدل چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملو گے''۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''جنگ احد کے موقع پر نبی کریم ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر تشریف لائے اور دیکھا کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہؓ کی بہن اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی) اپنے دل میں ناگواری محسوس نہ کرتیں تو میں حمزہ کو اسی حالت میں رہنے دیتا تاکہ اسے جانور کھا لیتے اور پھر قیامت کے روز انہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے اٹھایا جاتا''۔ [2]

۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((يُبْعَثُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ بَنِيْ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً)) [3]

''قیامت کے روز مومن مردوں کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ تیس سال کی عمر کے ہوں گے اور نہ ان کی داڑھی ہوگی نہ مونچھ، جب کہ ان کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی''۔

۵۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''(میت پر) بین کرنے والی عورت اگر توبہ کے بغیر مرگئی تو وہ (اپنی قبر سے) اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس کے بدن پر گندھک کا لباس اور کھجلی کی اوڑھنی ہوگی''۔ [4]

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر، ح ٦٥٢٥۔

۲۔ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قتلی احد، ح ١٠١٦۔

۳۔ مسند احمد۔ مجمع الزوائد، ح ١٨٣٤٦۔

٤۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة، ح ٩٣٤۔

٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں (اس کے لیے) زخمی ہوا ہے، وہ روزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر اس کی بو کستوری جیسی ہوگی''۔ (۱)

٧۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
''ایک آدمی جو (حجۃ الوداع کے موقع پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اس کی اونٹنی نے اسے (گرا کر) اس کی گردن توڑ دی اور وہ فوت ہوگیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہؓ سے) فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور (احرام کے) دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو۔ اسے خوشبو نہ لگانا، اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپنا، کیونکہ یہ قیامت کے روز (احرام باندھے اور) تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا''۔ (۲)

٨۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ)) (۳)
''ہر آدمی اسی عقیدہ پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا تھا''۔

٩۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو ساری قوم پر عذاب نازل کر دیتے ہیں، البتہ (روزِ قیامت) ہر ایک اپنے اپنے عمل (بعض روایات میں ہے: اپنی اپنی نیت) کے مطابق اٹھایا جائے گا''۔ (٤)

میدانِ حشر (محشر) کہاں ہوگا؟

قبروں سے اٹھنے کے بعد تمام لوگوں کو ایک بہت بڑے میدان میں اکٹھا ہونے کا حکم ہوگا، اسے میدان حشر یا محشر بھی کہا جاتا ہے اور یہ اس دنیوی زمین پر قائم نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ زمین اور آسمان تو اللہ تعالیٰ تباہ

١۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب من يخرج في سبيل الله، ح
٢۔ مسلم، کتاب الحج، ما يفعل بالمحرم اذا مات، ح١٢٠٦۔ نسائی، کتاب المناسك، ح٢٨٦١۔
٣۔ مسلم، کتاب الجنة وصفته، باب الامر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت، ح٢٨٧٨۔
٤۔ مسلم ایضاً، ح٢٨٧٩۔

کر دیں گے اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نئے آسمان وزمین بنائیں گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾[سورة ابراهيم: ٤٨]

''جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی، اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے''۔

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ محشر اس جگہ قائم کیا جائے گا جہاں ملک شام ہے، جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلشَّامُ أَرْضُ الْمَحْشَرِ وَالْمَنْشَرِ))(۱)

''شام اکٹھے ہونے اور پھر منتشر ہونے کی جگہ ہے''۔

میدانِ حشر میں لوگ کس طرح پہنچیں گے؟

میدانِ حشر میں لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے حاضر ہوں گے۔ بعض لوگ پیدل چل کر جائیں گے، بعض سواریوں پر ہوں گے، بعض گناہ گاروں کو منہ کے بل چلا کر لے جایا جائے گا۔ آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں کو تین گروہوں میں (میدانِ حشر میں) اکٹھا کیا جائے گا۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو (جنت کا) شوق رکھنے والا ہوگا، دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو (جہنم سے) ڈرنے والا ہوگا۔ (یہ دونوں گروہ مسلمانوں کے ہوں گے، ان میں سے کچھ تو) ایک اونٹ پر دو دو سوار ہو کر میدان حشر میں پہنچیں گے، کچھ ایک اونٹ پر تین تین سوار ہو کر پہنچیں گے، کچھ ایک اونٹ پر چار چار سوار ہو کر اور کچھ ایک اونٹ پر دس دس سوار ہو کر پہنچیں گے۔

ان کے علاوہ باقی لوگوں (یعنی تیسرے گروہ جو کافروں پر مشتمل ہوگا) کو ایک آگ ہانک کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی (اور ان کی حالت یہ ہوگی کہ) جہاں کہیں یہ دوپہر کے آرام کے لیے رکیں گے، یہ آگ بھی وہاں ان کے ساتھ ہی رک جائے گی اور جہاں کہیں یہ رات بسر کرنے کے لیے ٹھہریں

۱۔ صحیح الجامع الصغیر، للالبانی، ح ٣٦٢٠۔

گے، یہ آگ بھی وہاں ٹھہر جائے گی اور جہاں یہ صبح کریں گے، وہاں یہ آگ بھی صبح کرے گی، اور جہاں یہ شام کریں گے، آگ بھی وہاں شام کرے گی''۔ [یعنی یہ آگ ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی][1]

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

((إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ؟ قَالَ: أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ قَتَادَةُ! بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا))[2]

''ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! (روزِ قیامت) کافر اپنے منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ذات جو انسان کو دو پاؤں پر چلا سکتی ہے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلا دے؟ (اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد راویِ حدیث) قتادہ نے کہا: 'ہمارے رب کی عزت کی قسم! وہ ضرور اس بات پر قادر ہے'۔''

روزِ محشر سورج ایک میل کے فاصلے پر ہوگا اور لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں ڈوبے ہوں گے

جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز سورج مخلوق سے میل بھر کے فاصلے پر آ جائے گا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کوئی ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا، کوئی گھٹنوں تک۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی کو منہ تک پسینہ کی لگام ہوگی''۔[3]

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز لوگوں کا پسینہ بہتے بہتے زمین کے نیچے ۷۰ باع (یعنی تقریباً ۱۴۰ میٹر) تک چلا جائے

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر، ح ۶۵۲۲۔

۲۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر، ح ۶۵۲۳۔

۳۔ مسلم، کتاب الجنة وصفته، باب فی صفة یوم القیامة، ح ۲۸۶۴۔

گا۔بعض لوگوں کے منہ تک اور بعض کے کانوں تک پسینہ ہوگا''۔ (۱)

۳۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی اس آیت:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [المطففين:٦]

''جس روز لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے''

کی تفسیر کرتے ہوئے ارشادفرمایا:''وہ دن ایسا (بڑا) ہوگا کہ اس کا نصف حصہ (دنیوی حساب سے) پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا لیکن اس کے باوجود مؤمن کے لیے یہ کم ہوکر اتنا رہ جائے گا جتنا سورج ڈھلنے سے لے کر غروب ہونے تک کا وقت ہوتا ہے''۔ (۲)

۴۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((فَالْخَلْقُ مُلْجَمُوْنَ فِي الْعَرَقِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَهُوَ عَلَيْهِ كَالزُّكَامَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيَتَغَشَّاهُ الْمَوْتُ))

''روز حشر لوگوں کو پسینے کی لگام ڈالی گئی ہوگی، اہل ایمان کو اس کی تکلیف بس اتنی ہوگی جتنی زکام کی حالت میں ہوتی ہے جب کہ کافر کی حالت ایسی ہوگی جیسی موت کی غشی سے ہوتی ہے''۔ (۳)

۵۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب سے اللہ تعالیٰ نے ابن آدم (یعنی انسان) کو پیدا کیا ہے، تب سے اس پر موت سے زیادہ سخت وقت کوئی نہیں آیا، جب کہ موت کے بعد کے مراحل اتنے سخت ہوں گے کہ ان کے مقابلہ میں موت کی سختی بھی کچھ نہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ لوگ حشر کے دن کی سختی کا سامنا بھی کریں گے اور اس دن لوگوں کو پسینے کی لگام لگی ہوگی اور (ہر طرف اتنا پسینہ بہہ رہا ہوگا کہ) اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں''۔ (٤)

۱۔ ایضاً، ح۲۸٦۳۔

۲۔ الترغيب و الترهيب، لمحيى الدين ديب، ح٥٢٥٨۔ صحيح ابن حبان، ح٧٣٣٤۔ مسند احمد، ج٣، ص٧٥۔

۳۔ مجمع الزوائد، كتاب البعث، باب في الشفاعة، ج١٠، ٦/١٨٥۔

٤۔ الترغيب و الترهيب، ح٥٢٥٨۔

میدانِ حشر میں لوگوں (کافروں اور باعمل و بےعمل مسلمانوں) کی کیفیت

میدان حشر میں لوگوں کو حساب کتاب کے لیے اکٹھا کیا جائے گا، اور اس مرحلہ پر بھی نیک لوگوں کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا، البتہ گناہ گاروں کے لیے یہ دن بڑا سخت اور ہولناک ہوگا اور ان کے چہرے خوف اور غم کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔ آئندہ سطور میں ہم اس سلسلہ میں ایک جامع حدیث نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد کافروں، فاسقوں اور متقی مسلمانوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پہلو پر کچھ مزید بات کریں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرے گا کہ ہر گروہ اپنے اپنے معبود کے پاس چلا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں اور آستانوں کی عبادت کرنے والے سب آگ میں جا گریں گے (کیونکہ ان کے معبود آگ ہی میں ہوں گے) یہاں تک کہ پھر صرف نیک اور بد مسلمان رہ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور یا اہل کتاب باقی رہ جائیں گے۔ پھر یہودیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: 'تم کس کی عبادت کرتے تھے؟'۔ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ ارشاد ہوگا: 'تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے نہ اولاد!، لہٰذا اب یہ بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو؟'۔ یہودی کہیں گے: 'اے ہمارے رب! ہمیں سخت پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا دیجیے'۔ انہیں (جہنم میں پانی دکھاتے ہوئے اور اس طرف) اشارہ کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ ادھر جا کر پیتے کیوں نہیں؟۔ چنانچہ اس طرح انہیں آگ کی طرف لے جایا جائے گا اور جہنم کی آگ انہیں سراب (ریتلی میدان جو دور سے پانی دکھائی دے) کی طرح نظر آئے گی، حالانکہ آگ کے شعلے (اس طرح اس میں بھڑک رہے ہوں گے گویا) ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔ چنانچہ یہ آگ میں جا گریں گے۔ اس کے بعد عیسائیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ کس کی عبادت کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے مسیح (عیسیٰؑ) کی عبادت کرتے تھے۔ انہیں کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں سخت پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلایا

جائے۔ انہیں (جہنم میں پانی دکھاتے ہوئے اور اس طرف) اشارہ کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ ادھر جا کر پیتے کیوں نہیں؟۔ چنانچہ اس طرح انہیں آگ کی طرف لے جایا جائے گا اور جہنم کی آگ انہیں سراب (ریتلی میدان جو دور سے پانی دکھائی دے) کی طرح نظر آئے گی، حالانکہ آگ کے شعلے (اس طرح اس میں بھڑک رہے ہوں گے گویا) ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی آگ میں جا گریں گے۔

اس طرح صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نیک اور گنہگار لوگ (مومن) باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایسی صورت میں آئیں گے جسے مومن پہچانتے ہی نہ ہوں گے، اور اللہ ان سے فرمائیں گے: 'ہر گروہ اپنے اپنے معبود کے پاس چلا گیا ہے تو تم لوگ اب کس انتظار میں ہو؟'۔ وہ کہیں گے: 'اے ہمارے رب! ہم نے تو دنیا میں بھی ان (مشرکوں/کافروں) کا نہ ساتھ دیا اور نہ ہی ان سے کوئی تعلق رکھا، حالانکہ اس وقت ہم ان کے بہت محتاج بھی تھے۔ (تو آج کیسے ان کے ساتھ چلے جائیں)۔ تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: 'اچھا میں تمہارا رب ہوں'۔ یہ مومن کہیں گے: 'ہم تجھ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے'۔ مومن دو تین بار یہ کلمات دہرائیں گے حتیٰ کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے ہی والے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: 'تم اپنے رب کی کوئی نشانی جانتے ہو جس سے تم اسے پہچان سکو؟'۔ مومن کہیں گے ہاں۔ تب اللہ تعالیٰ کی پنڈلی کھولی جائے گی اور (جو شخص دنیا میں خالص اللہ کے لیے سجدہ کرتا تھا، اسے اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیں گے اور وہ سجدہ ریز ہو جائے گا لیکن) جو شخص اپنی جان بچانے یا لوگوں کو دکھانے کے لیے سجدہ کرتا تھا، اس کی پیٹھ کو اللہ تعالیٰ ایک تختہ بنا دیں گے۔ جب وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو اپنی گردن کے بل گر پڑے گا۔ پھر مؤمن لوگ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی صورت اس شکل میں تبدیل کر لیں گے جس صورت میں اہل ایمان نے اللہ کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا، اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: 'میں تمہارا رب ہوں'۔ مومن کہیں گے: 'یا اللہ! ہاں تو ہی ہمارا رب ہے'۔ [1]

۱۔ بخاری، کتاب الایمان، باب معرفة طريق الرؤية، ح۱۸۳۔

۲۔ روزِ حشر کافروں کی صورتحال

ا۔ کفار اس روز سخت پریشانی اور ذلت میں ہوں گے

روز قیامت اہل ایمان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا مگر کفار نہایت پریشان ہوں گے، اور اس پریشانی کے عالم میں ان کے چہروں پہ ذلت چھائی ہوگی اور ان کے کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے، جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں بتایا گیا ہے:

﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ [سورة المعارج: ٤٣، ٤٤]

''جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے، گویا کہ وہ کسی جگہ کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھا رہی ہوگی، یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا''

﴿وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾

''بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے، جن پر سیاہی چڑھی ہوگی (اور) وہ یہی کافر اور بدکردار لوگ ہوں گے''۔ [سورۃ عبس: ۴۰ تا ۴۲]

﴿وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ [سورة القيامة: ٢٤، ٢٥]

''اور کتنے ہی چہرے اس دن (بد رونق اور) اداس ہوں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا''۔

﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَّا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

''اور جن لوگوں نے بد کام کیے، ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان کو ذلت چھائے گی، ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔ [سورۃ یونس: ۲۷]

﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ [سورة غافر: ١٨]

''اور انہیں بہت ہی قریب آنے والی (قیامت سے) آگاہ کردو، جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے، ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا نہ سفارشی، کہ جس کی بات مانی جاسکے''۔

۲۔کافروں کے تمام اچھے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِن شَيْءٍ قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِن مَّحِيصٍ ﴾

''ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کے مثل ہیں جس پر تیز ہوا والی آندھی چلے۔ جو بھی انہوں نے کیا، (قیامت کے روز) اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، یہی دور کی گمراہی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور نئی مخلوق لائے۔ اللہ پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے، تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکتے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری رہنمائی کرتے، اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے۔ ہمارے لیے کچھ چھٹکارا نہیں''۔ [سورۃ ابراھیم: ۱۸تا۲۱]

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴾

''(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتاؤں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں

رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے کفر کیا، اس لیے ان کے اعمال غارت ہو گئے، پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا''۔ [سورۃ الکھف: ۱۰۳تا۱۰۶]

کافر ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [سورة الزخرف: ٦٧]

''اس (قیامت کے) دن (گہرے) دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے''۔

﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سورة الشعراء: ۹۱ تا ۱۰۱]

''اور جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی، لیکن فائدے والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔ اور پرہیز گاروں کے لیے جنت بالکل قریب کر دی جائے گی اور گمراہ لوگوں کے لیے جہنم ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے وہ کہاں ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا تھے، کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں؟ پس وہ سب اور تمام گمراہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ابلیس کے تمام لشکر بھی وہاں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے کہ قسم اللہ کی! یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے۔ جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے۔ اور ہمیں تو سوائے ان کے بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا۔ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں اور نہ ہی کوئی (سچا) غم خوار دوست۔ اگر کاش ہمیں ایک بار پھر (دنیا میں) جانا ملتا

تو ہم پکے سچے مومن بن جاتے"۔

کافر حسرت اور افسوس کا اظہار کریں گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴾

"اس (قیامت کے) دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ (وہ حسرت اور افسوس سے) کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنھوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما" [الاحزاب: ۶۶ تا ۶۸]

۳۔ روزِ حشر منافقوں کا انجام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"(روزِ حشر) اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولیں گے اور ہر صاحب ایمان مرد اور عورت اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائے گا، البتہ جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے سجدہ کرتا تھا، اس کی پیٹھ کو اللہ تعالیٰ ایک تختہ بنا دے گا (اور وہ سجدہ نہیں کر پائے گا)"۔ (۱)

مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"(روزِ حشر) اللہ تعالیٰ کی پنڈلی کھل جائے گی اور جو شخص دنیا میں خالص اللہ کی رضا کی خاطر سجدہ کرتا تھا، اسے اللہ تعالیٰ سجدہ کی توفیق عطا فرمائیں گے (اور وہ سجدہ میں گر جائے گا) لیکن جو شخص اپنی جان بچانے یا لوگوں کو دکھانے کے لیے سجدہ کرتا تھا اس کی پیٹھ کو اللہ تعالیٰ ایک تختہ بنا دے گا جب وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو گردن کے بل گر پڑے گا"۔ (۲)

۱۔ بخاری، کتاب، باب یوم یکشف عن ساق۔

۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، ح ۱۸۳۔

۴۔ روزِ حشر فاسق و فاجر (نافرمان) مسلمانوں کا انجام

قیامت کا دن اُن اہل ایمان کے لیے بھی سخت اور عذاب دہ ہوگا، جو کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا رہے ہوں گے۔ ان گناہ گاروں کو ان کے گناہوں کے بقدر سزا دی جائے گی۔ احادیث میں بطور مثال بعض ایسے گناہ گاروں اور ان کی سزا کے حوالے سے تذکرہ ملتا ہے۔ ذیل میں ایسی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

زکاۃ ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کا حشر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا، مگر اس نے اس کی زکاۃ ادا نہ کی تو وہ مال قیامت کے روز دو سیاہ نقطوں والا ایک گنجا سانپ بنا کر اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اسے (کاٹے گا اور) کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں......''۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سونے اور چاندی کا (بقدر نصاب) مالک ہو جانے کے باوجود اگر کوئی اس کا حق (یعنی زکاۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس (سونے اور چاندی) کی تختیاں بنا کر انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان گرم تختیوں سے اس آدمی (جو اس سونے چاندی کا مالک تھا) کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغا جائے گا۔ جب بھی (یہ تختیاں گرم کرنے کے لیے آگ میں) واپس لائی جائیں گی تو پھر دوبارہ (عذاب دینے کے لیے) لوٹائی جائیں گی اور یہ سلسلہ اس حشر کے دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے، اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک کہ باقی تمام انسانوں کے درمیان (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) فیصلے نہ کر دیئے جائیں گے۔ پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف دیکھے گا یا جہنم کی طرف۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! اونٹوں کے بارے میں بتایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اونٹوں کا مالک ہو اور وہ ان کا حق (یعنی زکاۃ) ادا نہ کرے اور ان کے حق میں یہ بھی شامل ہے کہ جس دن انہیں پانی پلانے کے لیے لائے، اس دن ان کا دودھ دوھے (اور وہاں موجود مسکینوں کو اس میں سے

۱۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، ح ۹۸۷۔

پلائے)، تو اسے (جس نے یہ حق ادا نہ کیا) روزِ حشر ایک میدان میں اوندھے منہ لٹا دیا جائے گا اور اس کے تمام اونٹ خواہ کوئی چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو، اس وقت خوب موٹے تازے ہو کر آئیں گے اور وہ سب اسے اپنے کھروں (پاؤں) سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے۔ جب پہلا اونٹ (اسے روندتے ہوئے) گزر جائے گا تو پیچھے دوسرا آ پہنچے گا۔ اس طرح اس کے ساتھ یہ سلوک اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال (کے برابر) ہے، مسلسل ہوتا رہے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلے کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس کے بعد ہی وہ اپنا رستہ دیکھ پائے گا، جو یا تو جنت کی طرف ہوگا یا جہنم کی طرف۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ! گائے اور بھیڑ بکری کے بارے میں بھی بتایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گائے اور بھیڑ بکری کا مالک ہو اور وہ ان کا حق (یعنی زکاۃ) ادا نہ کرے تو روزِ حشر اسے ایک چٹیل میدان میں اوندھے منہ لٹا دیا جائے گا اور اس کے گائے اور بھیڑ بکریوں میں سے نہ کوئی کم ہوگی، نہ ان میں سے کوئی سینگ مڑی ہوگی اور نہ بغیر سینگوں کے اور نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں کے۔ یہ سب اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اپنے کھروں سے روندیں گی۔ جب ایک (اسے مارتے اور روندتے) گزر جائے گی تو پیچھے دوسری آ جائے گی۔ اس طرح اس کے ساتھ یہ سلوک اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال (کے برابر) ہے، مسلسل ہوتا رہے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلے کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس کے بعد ہی وہ اپنا رستہ دیکھ پائے گا، جو یا تو جنت کی طرف ہوگا یا جہنم کی طرف''۔[1]

ذمہ داری میں کوتاہی کرنے والے لیڈروں کا حشر

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص دس یا دس سے زائد لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا، قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوں گے۔ اب یا تو اس کا نیک طرزِ عمل اسے چھڑا لے گا یا اس کے گناہ (اور غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل) اسے ہلاک کر ڈالیں گے''۔[2]

۱۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ح ۹۸۷۔
۲۔ مسند احمد، ح ۲۰۴ ۹۔

غداروں اور وعدہ خلافی کرنے والوں کا حشر

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز ہر غدار اور وعدہ خلافی کرنے والے کی سرین (پیٹھ) پر ایک جھنڈا ہوگا''۔[1]

خود غرض، لالچی اور جھوٹے لوگوں کا حشر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''روزِ قیامت تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر کرم کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں ایک وہ شخص ہے جو جنگل میں کہیں رہتا ہے اور اپنی ضرورت سے زیادہ پانی رکھتا ہے مگر اس کے باوجود راہ گزر کو پانی نہیں دیتا۔ دوسرا وہ شخص ہے جو عصر کے بعد مال بیچے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھائے کہ میں نے یہ مال اتنے میں خریدا ہے اور خریدار اسے سچا سمجھے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو محض دنیوی مفادات کی خاطر حاکم وقت کی بیعت کرے، اگر حاکم وقت اسے کچھ دے تو اس کے ساتھ وفا کرے ورنہ بے وفائی کرے''۔[2]

جھوٹے اور عیب جو کا حشر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس بندے نے جھوٹا خواب بنا کر سنایا، اسے (روز قیامت) مجبور کیا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے مگر وہ ایسا نہیں کر پائے گا، اور جس نے کسی قوم کی باتیں (چوری چھپے سننے کی کوشش کی جب کہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے اور اس سے دور رہتے تھے تو ایسے بندے کے کانوں میں روزِ قیامت پگلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا''۔[3]

مال میں ہیرا پھیری اور خیانت کرنے والوں کا حشر

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زکاۃ وصول کرنے کے لیے

۱۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحريم الغدر، ح۱۷۳۸۔

۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار، ح۱۰۸۔

۳۔ بخاری، کتاب تعبير الرؤيا، باب من كذب في حلمه۔

عامل مقرر کیا اور فرمایا:

''اے ابو ولید! (یہ ان کی کنیت تھی) اللہ سے ڈرو اور قیامت کے روز اس حال میں نہ آنا کہ تم (اپنے کندھوں پر) اونٹ اٹھائے ہو جو بلبلا رہا ہو یا گائے اٹھائے ہو جو آوازیں نکال رہی ہو یا بکری اٹھائے ہو جو ممیا رہی ہو۔ (آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اگر مالِ زکوٰۃ میں خیانت کی جائے تو یہ خیانت کا مال اس طرح انسان کی گردن پر سوار ہو کر آوازیں لگائے گا)۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا واقعی (مالِ زکاۃ میں خیانت کرنے والے کے ساتھ) اسی طرح ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!، تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنایا ہے، میں آپ ﷺ کے لیے کبھی بھی عامل کا کام نہیں کروں گا''۔ (۱)

قبلہ رُخ تھوکنے والے کا حشر

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے قبلہ رخ ہو کر تھوکا، وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی پر) ہوگا''۔ (۲)

لوگوں پر ظلم کرنے والوں کا حشر

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ)) (۳)

''جو شخص کسی پر ظلم کرتے ہوئے اس کی زمین سے کچھ حصہ بھی اپنے قبضہ میں کرے گا، تو (روزِ حشر) ساتوں زمینوں کو اس کے گلے میں ڈالا جائے گا''۔

۱۔ صحیح الترغیب والترھیب، للالبانیؒ، ح۷۷۸۔

۲۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة، از علامہ البانیؒ، ح۲۲۲۔

۳۔ بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شیئا من الارض، ح۲۴۵۲۔

قاتلوں کا حشر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''روز قیامت مقتول اپنے قاتل کو اس حالت میں لے کر آئے گا کہ قاتل کی پیشانی اور سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا اور مقتول کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہا ہوگا: اے میرے پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا حتی کہ مقتول اپنے قاتل کو عرش کے قریب لے جائے گا''۔ (۱)

متکبروں کا حشر

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کے برابر انسانی شکل میں اکٹھا کیا جائے گا۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ ہر طرف سے ذلت ورسوائی ان پر چھائی ہوگی اور وہ جہنم کے ایک قید خانہ میں لائے جائیں گے جس کا نام 'بولس' ہے، وہاں سخت ترین آگ انہیں گھیر لے گی اور انہیں جہنمیوں کا خون اور پیپ پلایا جائے گا''۔ (۲)

پیشہ ور بھکاریوں کا حشر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آدمی ہمیشہ لوگوں سے بھیک مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی تک نہیں ہوگی''۔ (۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بقدر کفایت مال ہونے کے باوجود لوگوں سے بھیک مانگنے والے کا چہرہ قیامت کے روز عیب دار ہوگا''۔ (٤)

۱۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النساء۔

۲۔ ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی شدۃ الوعید للمتکبرین، ح۲٤۹۲۔

۳۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسئلۃ، ح۱۰٤۰۔

٤۔ صحیح الجامع الصغیر، ج۵، ص۲۰۸۔

۵۔ روزِ حشر باعمل مومنوں کی کیفیت

قرآن مجید اور احادیث میں بڑے واضح انداز میں بتایا گیا ہے کہ روز حشر مومنوں اور نیک کاروں کو کوئی پریشانی، خوف اور غم نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس روز ایسے لوگ میدان حشر میں باقی لوگوں کے ساتھ جمع تو ہوں گے مگر ان میں سے بعض اللہ کے عرش کے سائے میں جگہ پائیں گے، بعض نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، بعض کو نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور مجلس نصیب ہو جائے گی۔ آئندہ سطور میں ہم اس سلسلہ میں چند آیات اور احادیث ذکر کرتے ہیں۔

اہل ایمان کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِآيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴾ [سورة الزخرف: ٦٨تا٧٣]

''میرے بندو! آج تو تم پر کوئی خوف (وہراس) ہے اور نہ تم (بددل اور) غمزدہ ہو گے۔ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ (فرماں بردار) مسلمان۔ تم اور تمہاری بیویاں ہشاش بشاش (راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ۔ ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ یہاں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے''۔

اہل ایمان کے چہرے روشن اور تروتازہ ہوں گے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴾ [سورة عبس، ٣٨، ٣٩]

اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے۔ (جو) ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے''۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [سورة القيامة: ٢٢، ٢٣]

''اس روز بہت سے چہرے تر وتازہ اور بارونق ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے''۔

روزِ حشر اہل ایمان کے لیے چند لمحوں کا ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ))(١)

''قیامت کا دن اہل ایمان کے لیے ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر ہوگا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی اس آیت:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [سورة المطففين:٦]

''جس روز لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے''

کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وہ دن ایسا (بڑا) ہوگا کہ اس کا نصف حصہ (دنیوی حساب سے) پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا لیکن اس کے باوجود مؤمن کے لیے یہ کم ہوکر اتنا رہ جائے گا جتنا سورج ڈھلنے سے لے کر غروب ہونے تک کا وقت ہوتا ہے''۔(٢)

سات طرح کے لوگ روزِ حشر اللہ کے عرش کے سائے تلے جگہ پائیں گے

١۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ))(٣)

١۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، للالباني، ج٦ ٢٤٥٦۔
٢۔ الترغيب والترهيب، لمحي الدين ديب، ج٨ ٥٢٥٨۔ صحيح ابن حبان، ج٤ ٧٣٣٤۔ احمد، ج٣٠ ص ٧٥۔
٣۔ بخاری، كتاب الاذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد، ج٦٦٠۔

''سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ (میدان حشر/روز قیامت) اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا جب کہ اس کے (عرش کے) سائے کے علاوہ اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔ (وہ سات خوش نصیب یہ ہیں):

(۱) عادل حکمران۔ (۲) وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اپنے رب کی عبادت میں گزاری۔ (۳) وہ آدمی جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ (۴) وہ دو آدمی جنہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کی، اسی پر وہ اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔ (۵) وہ آدمی جسے کسی اونچے خاندان کی خوب صورت عورت نے دعوتِ گناہ دی لیکن اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ آدمی جس نے اتنا چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے۔ (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اللہ کے خوف کی وجہ سے) اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے''۔

۲۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنے تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا اس کے قرض میں سے کچھ معاف کر دے تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا اور اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا''۔ [۱]

اسلام پر عمل کی حالت میں زندگی گزارنے والے کے لیے نور ہوگا

حضرت کعب بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جس شخص نے اسلام کی حالت میں زندگی بسر کی اور بوڑھا ہوا، تو یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگا''۔ [۲]

شہید کو قیامت کے دن کی مصیبتوں (گھبراہٹوں) سے محفوظ کر دیا جائے گا

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی انظار المعسر والرفق به، ح ۱۳۰۶۔

۲۔ صحیح الجامع الصغیر، ج ۵، ص ۳۰۴، ح ۶۱۸۳۔

"اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ اعزاز ہیں:

۱۔ پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔

۲۔ اسے عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ قیامت کے دن کی مصیبتوں (گھبراہٹوں) سے وہ مامون اور محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے قیمتی ہے۔

۵۔ گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر 72 حوروں سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔

۶۔ اس کے ستر 70 رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی"۔[۱]

عدل وانصاف کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا))[۲]

"انصاف کرنے والے (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے داہنے ہاتھ نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں اور اہل وعیال میں اور ہر اس کام میں جس کی انہیں ذمہ داری سونپی جائے، عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔"

مؤذنوں کی گردنیں اونچی ہوں گی تاکہ وہ نمایاں نظر آئیں

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[۳]

۱۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید، ح ۱٦٦۳۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الشهادة فی سبیل الله، ح ۲۷۹۹۔ مسند احمد، ج ٤ ص ۱۳۱۔

۲۔ مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامیر العادل، ح ۱۸۲۷۔

۳۔ ابن ماجه، کتاب الاذان، باب فضل الاذان۔

''اذان دینے والے لوگ قیامت کے روز سب سے اونچی گردنوں والے ہوں گے''۔

گردنوں کے اونچے اور لمبے ہونے سے ان کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ اذان دینے کے نیک عمل کی وجہ سے باقی لوگوں میں نمایاں دکھائی دیں گے۔

نمازیوں کے وضو کے اعضاء چمکتے ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((یَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ آثَرِ الْوُضُوْءِ))[1]

''میری امت کے لوگ قیامت کے روز جب بلائے جائیں گے، تو وضو کرنے کی وجہ سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں سفید اور چمکدار ہوں گے''۔

غصہ کنٹرول کرنے والوں کو بہترین حور عطا کی جائے گی

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ کَتَمَ غَیْظًا وَھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنَفِّذَہٗ دَعَاہُ اللّٰہُ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُزَوِّجُہٗ مِنْھَا مَا شَآءَ))[2]

''جو شخص انتقام لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود غصہ پی جائے تو (روز قیامت) اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اسے یہ اختیار دیں گے کہ جس حور سے چاہے، نکاح کر لے''۔

حسنِ اَخلاق سے پیش آنے والوں کو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا ساتھ نصیب ہوگا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''روزِ قیامت تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، معزز اور میری مجلس میں میرا مقرب ہوگا جس کا اخلاق بہت اچھا ہے اور وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور میری مجلس سے دور ہوگا جو بڑا باتونی، فضول ہانکنے والا اور تکبر کرنے والا ہو''۔[3]

۱۔ بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء۔

۲۔ صحیح الجامع الصغیر، ح۶۳۹۴۔

۳۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معالی الاخلاق، ح۲۰۱۸۔

۶۔ مسئلہ شفاعت کا بیان

روز قیامت مختلف لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا، اس کی تفصیل آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ اور یہ دن کتنا سخت اور ہولناک ہوگا، اس کی وضاحت بھی گذر چکی ہے، چنانچہ لوگ چاہ رہے ہوں گے کہ حساب کتاب شروع ہو اور اس دن کی سختی سے نجات ملے لیکن اللہ تعالیٰ کے جاہ وجلال اور ہیبت کے پیش نظر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے اس سلسلہ میں کوئی بات کر سکے، چنانچہ لوگ جمع ہو کر یکے بعد دیگرے مختلف انبیاء ورسل کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ وہ اللہ کے حضور سفارش کریں کہ حساب کتاب شروع کیا جائے مگر انبیاء بھی اللہ کے جلال اور ہیبت کے پیش نظر ڈر رہے ہوں گے، بالآخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمت کریں گے اور اللہ کے حضور سفارش کریں گے اور آپ کی سفارش قبول کر کے حساب کتاب کا عمل شروع ہوگا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔ جانتے ہو ایسا کیونکر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس روز اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک ایسے چٹیل اور ہموار میدان میں اکٹھا کریں گے جہاں پکارنے والا انہیں اپنی آواز سنا سکے گا اور دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے گا۔ سورج (ایک میل تک) قریب آ جائے گا۔ لوگوں کو اتنی پریشانی اور غم ہوگا کہ ان کے لیے اسے برداشت کرنا ممکن نہ رہے گا۔ لوگ آپس میں کہیں گے، دیکھتے نہیں کس مشکل اور سختی نے تمہیں گھیر رکھا ہے لہٰذا کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو تمہارے رب کے حضور تمہاری سفارش کر سکے۔ چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے کہ تمہیں اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے۔ چنانچہ لوگ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: ''آپ ابوالبشر (تمام انسانوں کے باپ) ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، اپنی روح آپ میں پھونکی ہے پھر فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، اور آپ کو اللہ نے جنت میں ٹھہرایا، کیا آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش نہیں کریں گے جب کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس قدر سخت تکلیف دہ حالت میں ہیں اور کتنی پریشانی کا سامنا کر رہے ہیں''۔

حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے کہ آج میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصہ

میں آیا اور نہ اس کے بعد کبھی آئے گا، مجھے اللہ تعالیٰ نے (جنت) میں ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا لیکن میں نافرمانی کر بیٹھا، لہٰذا مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے، ہائے میری جان! ہائے میری جان! تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ، (پھر خود ہی کہیں گے: ہاں) نوح کے پاس چلے جاؤ۔
لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: ''اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ کہا ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس قدر سخت تکلیف دہ حالت میں ہیں اور کتنی پریشانی کا سامنا کر رہے ہیں۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے''۔ حضرت نوحؑ کہیں گے، آج میرا رب اتنے شدید غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصہ میں آیا، نہ اس کے بعد کبھی آئے گا (اور سنو کہ مجھ سے دنیا میں یہ غلطی ہوئی تھی کہ) میں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی، اس لیے آج تو مجھے بس اپنی جان کی فکر ہے، ہائے میری جان! ہائے میری جان! (تم لوگ) میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم کے پاس چلے جاؤ۔
چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: ''اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں، اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟''۔ حضرت ابراہیم کہیں گے، آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اس قدر غصہ میں آیا نہ اس کے بعد آئے گا۔ میں نے (دنیا میں) تین جھوٹ ☆ بولے تھے جس کی وجہ

☆...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں جن تین جھوٹ کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ اپنی قوم کے بتکدے میں گھس کر آپ نے ایک بڑے بت کے علاوہ باقی سب بت توڑ دیئے لیکن جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا﴾ ''یہ کام تو اس بڑے بت نے کیا ہے''۔ (سورۃ الانبیاء: ۶۳) آپ نے ایسا اس لیے کہا تا کہ لوگ اس بڑے بت سے پوچھیں اور جب بت انہیں جواب نہ دے پائے گا تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ جو بت بول نہیں سکتا، وہ کسی کا حاجت روا اور مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے!

۲۔ جب لوگوں نے حضرت ابراہیم کو قومی تہوار منانے کی دعوت دی تو آپ نے ان سے کہا: ''میں تو بیمار ہوں''۔ حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے، اور آپ نے ایسا اس لیے کہا تا کہ جب قوم بستی سے باہر ہوگی تو بتکدے میں جا کر ان کے بت توڑے جا سکیں۔

۳۔ تیسرا جھوٹ یہ تھا کہ دوران ہجرت مصر سے گزرتے ہوئے جب آپ سے آپ کی بیوی کے بارے میں پوچھا گیا یہ کون ہے تو آپ نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے۔ شاہِ مصر کا قانون یہ تھا کہ ہر حسین عورت شوہر سے چھین کر اس پر دست درازی کرتا۔ آپ نے اپنی بیوی کو اس کی دسترس سے بچانے کے لیے اسے اپنی بہن کہہ دیا اور مراد اسلامی رشتہ تھا نہ کہ نسبی و خونی۔

سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے، ہائے میری جان! ہائے میری جان!، تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، موسیٰ کے پاس چلے جاؤ (شاید وہ تمہاری سفارش کر سکیں)۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: ''اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت کی فضیلت عطا فرمائی اور آپ سے ہم کلام ہو کر سارے لوگوں پر آپ کو فضیلت بخشی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے کیونکہ آپ بخوبی دیکھ رہے ہیں کہ ہم اس وقت کس حال میں ہیں''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج تو میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے اسے اتنا غصہ کبھی آیا تھا اور نہ ہی اس کے بعد آئے گا، (دنیا میں) میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہ تھا، لہٰذا اس وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے، ہائے میری جان! ہائے میری جان!، پھر حضرت موسیٰ کہیں گے کہ تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

چنانچہ لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: ''اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (یعنی کلمہ کن کہنے سے پیدا ہوئے) ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اللہ کی روح ہیں، آپ نے بچپن میں (ماں کی) گود میں لوگوں سے باتیں کیں، آج ہمارے لیے سفارش کر دیجیے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت کتنی سخت تنگی کی حالت میں ہیں''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے اسے کبھی اتنا غصہ آیا، نہ اس کے بعد آئے گا۔۔۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر حضرت عیسیٰ کے کسی گناہ کا ذکر نہیں فرمایا۔۔۔، جواب میں حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ ہائے میری جان! ہائے میری جان!، پھر فرمائیں گے کہ میرے علاوہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ، (ہاں) محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔

چنانچہ لوگ میں محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: ''اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے سفارش فرما دیجیے۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو رہی ہے؟''۔

چنانچہ میں جاؤں گا اور عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد و ثناء کے وہ کلمے میرے دل میں ڈال دیں گے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلائے۔

پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ارشاد ہوگا: "اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور سوال کریں، آپ کو عطا کیا جائے گا۔ سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی"۔ چنانچہ میں کہوں گا: "یارب! میری امت، یارب! میری امت، یارب! میری امت"۔ تو کہا جائے گا: "اے محمد! آپ کی امت میں سے جس کے ذمہ کوئی حساب نہیں، اسے آپ جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کر دیں"۔[۱]

اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح کسی کی محبت یا خوف سے مجبور نہیں

اللہ تعالیٰ نے بلا شرکت غیرے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور اس کا نظام بھی تن تنہا وہی چلا رہا ہے۔ جس طرح اس کائنات کو پیدا کرتے وقت اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہ تھی، اسی طرح کائنات کا نظام چلانے میں بھی وہ کسی کا محتاج نہیں۔ گویا اپنی ذات میں جہاں وہ خالق الخلق اور مالک الملک ہے، وہاں قادر مطلق اور مختار کل بھی ہے۔ مگر انسانوں کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ دنیا میں ایک چھوٹا سا حاکم یا بادشاہ انسان ہونے کے ناطے بہت سی خواہشات کے ہاتھوں بے بس ہو جاتا ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حاکم وقت اپنی ریاست کے کسی باغی یا مجرم کو سزا دینا چاہتا ہے مگر اس کے بیوی بچے یا وزیر مشیر یا کوئی قریبی دوست آڑے آ جاتا ہے اور مجرم کی جاں بخشی کی پرزور سفارش کر دیتا ہے اور حاکم وقت کو مجبوراً اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حاکم وقت کو اپنا فیصلہ محض اس خوف سے بدلنا پڑ جاتا ہے کہ خلاف ورزی کی صورت میں اسے اپنے سے بڑے اور با اختیار کی ناراضگی مول لینا پڑ سکتی ہے۔ بعض اوقات کسی مفاد اور لالچ کے پیش نظر بھی فیصلے بدلے جاتے ہیں۔

محبت، خوف اور لالچ وغیرہ سے مجبور ہو کر فیصلے بدلنا انسانوں کے لیے تو ممکن ہے بلکہ بعض حالات میں تو ضروری ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ان مجبوریوں اور کمزوریوں سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہے اور نہ کسی کا خوف اور لالچ اس کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس لیے اس کا فیصلہ قطعی اور اٹل ہوتا ہے اور مبنی بر عدل بھی۔ وہ اپنے باغیوں اور مجرموں میں سے جسے چاہے

۱۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ذریة من حملنا مع نوح، ح۴۷۱۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ذریة من حملنا مع نوح۔

ازراہِ کرم خود ہی معاف کرسکتا ہے اور اپنے نیک بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اس کی نیکی سے زیادہ اس پر انعام واکرام کی بارش کردے۔ اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، کیونکہ باقی سب اس کی مخلوق ہے اور وہ تنہا سب کا خالق ہے۔ پھر مخلوق کی کیا مجال کہ وہ خالق کے کسی کام میں مداخلت کرسکے۔

شفاعت کی ضرورت اور مقصد

حدیث میں ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ جس طرح دنیا میں مختلف صورتوں میں اس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اسی طرح روز آخرت بھی اس کا اظہار فرمائیں گے۔ اس کے اظہار کی ایک صورت تو یہ ہوگی کہ بہت سے لوگوں کو بلا حساب جنت میں داخلہ نصیب کیا جائے گا۔ ایک صورت یہ ہوگی کہ حساب کے موقع پر بعض لوگوں کو ان کے گناہ یاد کروانے کے باوجود ان کی پردہ پوشی کی جائے گی۔ ایک صورت یہ ہوگی کہ معمولی سزا کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ ایک صورت یہ ہوگی کہ عمل کا بدلہ اور انعام کئی گنا زیادہ دے دیا جائے گا۔

بعض لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے کرم ونوازش کا اظہار براہ راست خود کریں گے جب کہ بعض لوگوں کے لیے اس کے اظہار کی ایک صورت شفاعت بھی ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخصوص بندوں کو یہ اجازت دیں گے کہ وہ فلاں فلاں لوگوں کی بخشش اور نجات کے لیے مجھ سے سفارش کریں، میں ان کی سفارش قبول کرکے انہیں بھی معاف کردوں گا، چنانچہ جنہیں شفاعت کی اجازت ملے گی صرف وہی شفاعت کرسکیں گے اور وہ بھی صرف انہی لوگوں کے حق میں سفارش کریں گے جن کی سفارش کی اللہ انہیں اجازت دیں گے۔ اس شفاعت کے ذریعے دراصل اللہ تعالیٰ ایک تو اپنے بندوں کی معافی کا موقع پیدا کر دیں گے اور دوسرا یہ کہ جو لوگ سفارش کریں گے، ان کی عزت وتکریم میں اضافہ ہوگا۔

شفاعت کا سب سے بڑا موقع خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو فراہم کیا جائے گا۔ اس لیے اسے آپ کے لیے **مقام محمود** اور **الدرجة الرفیعة** قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ شفاعت کا یہ مطلب نہیں کہ جنہیں شفاعت کی اجازت ملے گی، وہ معاذ اللہ، اللہ کے کسی فیصلے کو بدل دیں گے بلکہ وہ اللہ ہی کے فیصلے پر عمل کریں گے اور صرف انہی کی شفاعت کریں گے جن کی شفاعت کی انہیں اجازت ملے گی۔

اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا

اب ذیل میں وہ آیات ملاحظہ فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی شخص کسی دوسرے کے نہ کام آئے گا، نہ اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے گا:

(۱)...... ﴿وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا﴾ [سورة الانعام: ۷۰]

''اور اس قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہو تاکہ کہیں کوئی شخص اپنے کرتوتوں کی پاداش میں (اس طرح) نہ پھنس جائے کہ اسے اللہ سے بچانے والا کوئی حامی وناصر اور سفارشی موجود نہ ہو اور یہ کیفیت ہو جائے کہ اگر وہ دنیا بھر کا فدیہ دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی قبول نہ کیا جائے''۔

(۲)...... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [سورة البقرة: ۲۵٤]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے، اس سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں کوئی خرید وفروخت، دوستی اور سفارش کام نہیں آئے گی اور کافر تو ہیں ہی ظالم''۔

(۳)...... ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾ [سورة البقرة: ۱۲۳]

''اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی سفارش ہی کسی کو فائدہ دے گی اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے''۔

(٤)...... ﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ [سورة مدثر: ٤٨]

''مشرکوں کو کسی سفارشی کی سفارش (قیامت کے دن) فائدہ نہیں دے گی''۔

(٥)...... ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾ [سورة الانفطار: ۱۹]

''اس روز کوئی نفس کسی دوسرے کے لیے کچھ نہیں کر سکے گا اور فیصلہ کا اختیار اس روز صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوگا''۔

(٦)...... ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [سورة البقرة: ۲۵۵]

"کون ہے جو اللہ کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟"۔

(۷)...... ﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ [سورة یونس:۳]

"کوئی سفارش کرنے والا نہیں الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد سفارش کرے"۔

(۸)...... ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

"کہہ دیجیے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے، زمین وآسمان کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم سب اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے"۔ [سورۃ الزمر:۴۴]

(۹)...... ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾

"قیامت کے روز کوئی سفارش فائدہ نہ دے گی، سوائے اس شخص کی سفارش کے جسے رحمان نے اجازت دی ہو اور اس سفارشی کی بات اللہ تعالیٰ کو پسند بھی آئے"۔ [سورۃ طٰہٰ:۱۰۹]

(۱۰)...... ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ [سورة سبا:۲۳]

"اور اللہ کے حضور کوئی سفارش کسی کو فائدہ نہیں دے سکتی سوائے اس کے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو"۔

(۱۱)...... ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [سورة هود: ۱۰۵]

"جب وہ دن آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی سوائے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے"۔

شفاعت کی اجازت کسے ملے گی؟

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز شفاعت کی اجازت یا تو فرشتوں کو ملے گی، یا نبیوں اور رسولوں کو، یا اہل ایمان میں سے بعض نیک لوگوں کو۔ علاوہ ازیں انسان کے بعض نیک اعمال بھی اس کے حق میں سفارش کریں گے۔ اب ان کی کچھ ضروری تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱)......انبیاء ورسل کی شفاعت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء ورسل کو روز قیامت شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور سب سے عظیم شفاعت ہمارے نبی کو حاصل ہوگی، چنانچہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ)) [1]

''سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں یہ بات تکبر سے نہیں کہہ رہا (بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں) نیز سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی اور اس کا ذکر میں از راہِ تکبر نہیں کر رہا۔ علاوہ ازیں قیامت کے روز حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں یہ بات تکبر اور غرور سے نہیں کہہ رہا''۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا)) [2]

''ہر نبی کی ایک ایسی دعا ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے، ہر نبی نے جلدی کی اور (دنیا ہی میں) وہ دعا مانگ لی جبکہ میں نے اپنی دعا قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھی ہے، میری یہ سفارش ہر اس شخص کو پہنچے گی جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا''۔

۲)...... نیک لوگوں کی شفاعت

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے علاوہ بعض ایمان والوں کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی مثلاً شہید کو اپنے خاندان کے ستر (۷۰) افراد کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جیسا کہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ اعزاز ہیں:

۱۔ پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔

۲۔ اسے عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ قیامت کے دن کی مصیبتوں (گھبراہٹوں) سے وہ مامون اور محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، ح۴۳۰۸۔

۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اختباء النبی دعوۃ الشفاعۃ لامتہ، ح۱۹۹۔ ابن ماجہ، ح۴۳۰۷۔

۴۔اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے قیمتی ہے۔
۵۔گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر 72 حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔
۶۔اس کے ستر 70 رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے''۔[۱]

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ))[۲]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا، انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلام کریب سے کہا دیکھو لوگ نماز جنازہ کے لیے جمع ہو گئے ہیں؟ کریب کہتے ہیں میں باہر نکلا تو دیکھا لوگ نماز جنازہ کے لیے جمع ہو گئے ہیں چنانچہ میں نے واپس آ کر انہیں بتایا تو آپ نے پوچھا کیا تمہارے خیال میں ۴۰ آدمی جمع ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں، تو کہنے لگے اب میت کو باہر نکالو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان میت کے جنازے پر چالیس ایسے آدمی نمازِ جنازہ پڑھیں، جنہوں نے کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا ہو تو اللہ اس میت کے حق میں ان لوگوں کی سفارش قبول فرماتا ہے''۔

معلوم ہوا کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی شفاعت اور دعا کو میت کے حق میں قبول کرتے ہیں۔
اہل ایمان میں سے جن نیک لوگوں کو شفاعت کی اجازت ملے گی، ان کی شفاعت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کسی بزرگ اور نیک مومن کے بارے میں از خود یہ طے کر لیں کہ انہیں شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی اور پھر ان کی شفاعت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے انہیں منانا اور راضی کرنا ضروری سمجھ لیں۔ پھر راضی کرنے کے طریقے بھی از خود ایجاد کر لیں۔ یہ سب چیزیں اس لیے بے معنی ہیں کہ ہم کسی کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں، اگر چہ وہ ظاہری طور پر کتنا ہی مسلمان کیوں نہ ہو۔
اس سلسلہ میں ہمیں صحیح بخاری کی وہ حدیث بھی پیش نظر رکھنی چاہیے جس میں ہے کہ قیامت کے روز

۱۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید، ح١٦٦٣۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب فضل الشهاده فی سبیل الله، ح٢٧٩٩۔ مسند احمد، ج ٤ ص ١٣١۔
۲۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه، ح٩٤٨۔

سب سے پہلے ایک شہید، ایک عالم اور ایک سخی کو لایا جائے گا اور انہی سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ اب شہید ان لوگوں میں شامل ہے جنہیں ستر افراد کی شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی مگر وہ اللہ کی راہ میں اس لیے شہید ہوا ہوگا کہ لوگ اسے شہید اور بہادر کہیں۔ اس لیے اسے دوسروں کے حق میں شفاعت کی اجازت دی جانا تو دور کی بات، وہ تو خود جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۳)......فرشتوں کی شفاعت

قرآن مجید کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھی شفاعت کی اجازت دیں گے، تا کہ اپنے بندوں کی زیادہ سے زیادہ مغفرت کر سکیں۔ ذیل میں اس سلسلہ کی دو آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)...... ﴿وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ [سورة الانبياء: ٢٨]

''اور وہ (فرشتے) کسی کے لیے سفارش نہیں کرتے سوائے اس کے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارش سننا پسند فرمائیں اور ان (فرشتوں) کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ اس کے ڈر سے کانپ رہے ہوں گے''۔

(۲)...... ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی﴾ [سورة النجم: ٢٦]

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں لیکن ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آ سکتی جب تک اللہ تعالیٰ انہیں کسی ایسے شخص کے حق میں اجازت نہ دیں جس کے لیے اللہ سفارش سننا چاہے اور سفارش پسند کرے''۔

۴)......نیک عملوں کی شفاعت

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے بعض نیک عمل بھی اس کے حق میں شفاعت کریں گے، مثلاً قرآن مجید اور روزہ دونوں قیامت کے روز انسان کے حق میں شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔ اسی طرح دیگر نیک عمل بھی اس موقع پر انسان کے کام آئیں گے۔

شفاعت کا فائدہ کیسے ہوگا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْنَفْسِهٖ))[1]

''قیامت کے روز میری شفاعت سے فیض یاب ہونے والے خوش نصیب لوگ وہ ہیں جنہوں نے خلوصِ دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا''۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَاِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِّاُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا))[2]

''ہر نبی کی ایک ایسی دعا ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے، ہر نبی نے جلدی کی اور (دنیا ہی میں) وہ دعا مانگ لی جبکہ میں نے اپنی دعا قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھی ہے، میری یہ شفاعت ہر اس شخص کو پہنچے گی جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا''۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وسفارش کا فائدہ بھی صرف اسے ہوگا جو عقیدہ توحید پر فوت ہوا، اور جو حالت شرک میں مرا، اسے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا فائدہ ہوگا اور نہ کسی اور کی شفاعت کا۔ اگر ہم اپنے نبی کی شفاعت کے مستحق بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے نبیؐ کے بتائے ہوئے طریقے اور ان کے سکھائے ہوئے دین پر عمل کرنا ہوگا۔

اسی طرح کسی اور نبی کو بھی ایسے شخص کی شفاعت کی اجازت نہیں دی جائے گی جو کفر وشرک پر مرا ہو، خواہ کفر وشرک کی حالت میں مرنے والا اس کا کتنا ہی قریبی اور عزیز کیوں نہ رہا ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے روایات میں ہے کہ وہ اللہ کے حضور اپنے مشرک باپ کی شفاعت کی درخواست کریں گے مگر ان کی درخواست رد کر دی جائے گی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ 'آزر' کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد وغبار جما ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ ان سے کہیں گے: 'میں نے دنیا میں تمہیں کہا نہیں تھا

۱۔ بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، ح ۹۹۔

۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اختباء النبی دعوة الشفاعة لامته، ح ۱۹۹۔

کہ میری نافرمانی نہ کرو؟' ۔ان کا باپ آزر کہے گا: 'اچھا آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا' ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنے رب سے درخواست کریں گے) اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کرے گا لیکن اس سے زیادہ رسوائی اور کیا ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے محروم ہے! اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابراہیم! تمہارے دونوں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ غلاظت میں لت پت ایک بجو ہے جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔[۱]

اسی طرح روایات میں آتا ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی (مشہور زمانہ منافق) فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبد اللہ بن عبداللہ بن اُبی (جو کہ مخلص صحابی تھا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قمیص عطا فرمانے کی درخواست کی تا کہ اپنے باپ کو اس میں کفن دے سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص عنایت فرمادی، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے باپ کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ (آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کا دامن پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے: 'اے اللہ کے رسول! آپ اس (منافق) کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (مجھے منع نہیں فرمایا بلکہ) اختیار دیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے: 'تم خواہ ان منافقوں کے لیے دعا کرو یا نہ کرو، اگر ستر مرتبہ بھی دعا کرو تو تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا' ۔لہٰذا میں ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ تو منافق تھا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات نہ مانی) اور عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھا دی، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان منافقوں میں سے کوئی مرے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (دعا کے لیے) کھڑے ہونا''۔[۲]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

چونکہ بعض نیک لوگوں کو قیامت کے روز شفاعت کی اجازت ملے گی، اس لیے ہمارے ہاں بعض لوگ

۱۔ بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ۔

۲۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: استغفرلھم اولاتستغفرلھم......، ح ۴۶۷۰۔

نیک بزرگوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ ضرور ہمیں جنت میں لے جائیں گے، خواہ ہم کوئی نیک عمل کریں یا نہیں۔

یہ عقیدہ جہالت پر مبنی ہے اس لیے کہ اول تو کسی بھی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خود بھی جنتی ہے یا نہیں، سوائے ان کے جن کے بارے میں اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے بشارت دی ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بزرگ اور ولی کو بھی یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ جس کی چاہیں اللہ کے حضور شفاعت کریں بلکہ وہ صرف انہی کی سفارش کریں گے جن کی سفارش کا حکم خود اللہ تعالیٰ دیں گے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی شفاعت کی اجازت نہیں دیں گے جو شرکیہ وکفریہ عقیدے پر مرا ہو جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزرا ہے۔

اور بہت سے لوگ شفاعت کے حصول کے لیے بعض ایسے کام کر جاتے ہیں جو یا تو صریح شرکیہ ہوتے ہیں یا پھر شرک کا دروازہ کھولتے ہیں مثلاً کسی بزرگ کے نام کی نذر و نیاز، قربانی یا اس کی قبر پر چراغاں اور چڑھاوا۔ بعض لوگ بزرگوں کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد بھی اسی طرح زندہ رہتے ہیں جس طرح مرنے سے پہلے تھے اور اب بھی وہ ہماری سنتے، ہمیں دیکھتے اور ہماری مدد پر قادر ہیں۔ چنانچہ مشکلات و مصائب میں اللہ کو پکارنے کی بجائے ان بزرگوں کو پکارا جاتا اور ان سے فریادیں کی جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں عقیدۂ توحید کی ضد اور اس کے منافی ہیں۔

علاوہ ازیں اگر کوئی شخص کفریہ وشرکیہ عقیدہ نہ رکھتا ہو تو تب بھی اسے اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ میری تو سفارش ہو جائے گی اور مجھے کفر وشرک کے علاوہ باقی گناہوں پر معافی دے دی جائے گی۔ نہیں، ایسی بات نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے اور شفاعت کا موقع دے دے۔ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ سزا دینے کا فیصلہ کر لے تو پھر اس فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ علاوہ ازیں قبر میں جو سزا ملے گی وہاں تو نیک عمل کے علاوہ کوئی بھی شفاعت کے لیے نہیں آئے گا۔

......☆......

باب ۵

انسان اور روزِ جزا

اس باب میں ہم اس پہلو پر روشنی ڈالیں گے کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے حساب کتاب لیں گے، تو اس وقت وہ کون سے ضابطے اور اصول پیش نظر رکھیں جائیں گے جن سے ایک طرف اللہ تعالیٰ کے عادل و منصف اور رحیم و کریم ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور دوسری طرف انسان کے ہر عمل پر اس کے مواخذہ کیے جانے کی تنبیہ ہوتی ہے۔ ذیل میں پہلے ان ضابطوں کو بیان کیا جائے گا اور اسی باب کے آخر میں نامہ اعمال، حوض کوثر اور پل صراط کے بارے میں بھی ضروری تفصیل درج کی جائے گی۔

ا۔ حساب کتاب کے اصول وضوابط

۱)......مکمل انصاف ہوگا، ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا

انسان کے ذمے دو طرح کے حقوق ہیں، ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ ان دونوں طرح کے حقوق کے حساب کتاب میں عدل وانصاف کا پورا پورا لحاظ ہوگا۔ حقوق اللہ میں عدل وانصاف کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ تمام انسان اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ انسان ہونے کے ناطے اس کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ سب کو اس اللہ نے ایک باپ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا۔ حسب ونسب، رنگ ونسل، مال ودولت وغیرہ اس کے ہاں شرف وعزت کا معیار نہیں بلکہ اس کے ہاں ایمان وتقویٰ اور عمل صالح معیار ہے۔ قیامت کے روز اسی معیار کی بنیاد پر تمام لوگوں کے درمیان فیصلے کیے جائیں گے۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ، اور برے اعمال کا برا بدلہ اور سزا دی جائے گی۔ اور فیصلہ کرتے وقت پورے انصاف سے کام لیا جائے گا، کسی پر رائی برابر بھی ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱)...... ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ [سورۃ البقرۃ:۲۸۱]

(۲)...... ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ [سورة النساء : ٤٠]

”بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا“۔

(۳)...... ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَّالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾

”(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ دنیا کی سودمندی تو بہت ہی کم ہے اور پرہیز گاروں کے لیے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا“۔ [سورۃ النساء: ۷۷]

اسی طرح حقوق العباد میں بھی اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا پوری طرح خیال فرمائیں گے، جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَإِنْ قَضِيْبٌ مِّنْ أَرَاكٍ)) [۱]

”جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جہنم واجب کر دی اور جنت اس کے لیے حرام کر دی۔ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! خواہ وہ معمولی سی چیز ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ پیلو کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو“۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنے غلام کو ایک کوڑا بھی ناجائز مارا تو اس سے قیامت کے دن اس کا بدلہ لیا جائے گا“۔ [۲]

۲)......ترازو (میزان) میں تمام نیکیاں تولی جائیں گی

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کمال درجہ کے عدل وانصاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بہت بڑے ترازو (میزان) میں لوگوں کے اعمال تولیں گے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ [سورۃ الانبیاء: ٤٧]

”قیامت کے دن ہم ٹھیک تولنے والی ترازو کو درمیان میں لا کر رکھیں گے۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا“۔

اس آیت میں اور بعض دیگر آیات میں بھی میزان (ترازو) کا لفظ جمع کے صیغہ (یعنی موازین) کے

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرۃ، ح۱۳۷۔

۲۔ الترغیب والترھیب، کتاب البعث، ح۵۲۸۲۔

ساتھ استعمال ہوا ہے، اس لیے بعض اہل علم کے بقول قیامت کے روز کئی ترازو لگائے جائیں گے مگر بعض اہل علم کے بقول ترازو ایک ہی ہوگا اور مختلف لوگوں کے مختلف اعمال کو بار بار اس میں تولنے کی وجہ سے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ (۱)

زیادہ قرائن اسی طرف ہیں کہ یہ ایک ہی بڑا ترازو ہوگا جس کے دائیں پلڑے میں نیکیاں اور بائیں میں برائیاں تولی جائیں گی۔ بظاہر نیکی یا گناہ کوئی حسی (نظر آنے اور محسوس ہونے والی) چیزیں نہیں، مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں وجود عطا کریں گے اور ان کا وزن کریں گے۔ ذیل میں اس سلسلہ کی کچھ احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز ایک اتنا بڑا ترازو رکھا جائے گا کہ اگر اس میں آسمانوں اور زمین کو تولنے کے لیے ڈالا جائے تو وہ ترازو اُن سے بھی بڑا ہوگا۔ فرشتے کہیں گے: یارب! اس میں کس کے لیے تولا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ جواب دیں گے: اپنی مخلوق میں سے جس کے لیے میں چاہوں گا''۔ (۲)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان سے ادا کرنے میں بڑے آسان ہیں، مگر میزان (ترازو) میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا، اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہیں، وہ کلمے یہ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ))

''اللہ اپنی حمد کے ساتھ (ہر خطا سے) پاک ہے، عظمت والا ہے، اللہ پاک ہے''۔ (۳)

((عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ اَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)) (٤)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ فتح الباری، ج۳، ص۵۳۷۔

۲۔ السلسلة الصحيحة، ج۹٤۱۔

۳۔ بخاری، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ونضع الموازين ....، ح۷۵٦۳۔

٤۔ مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، ح۲۲۳۔

''طہارت اور صفائی آدھا ایمان ہے۔ (ایک مرتبہ) الحمد للہ کہنا ترازو کو (نیکیوں سے) بھر دیتا ہے۔ اسی طرح سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا زمین و آسمان کے درمیان کی ساری جگہ کو بھی (نیکیوں) سے بھر دیتا ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھوڑا رکھے، تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور لید و پیشاب قیامت کے دن مجاہد کے ترازو میں (نیکیاں بنا کر) تولے جائیں گے''۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود کی ٹانگیں بہت پتلی تھیں، حتیٰ کہ جب ہوا چلتی تو وہ لڑکھڑا جاتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا اور لوگ ان پر ہنسنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس بات پر ہنس رہے ہو؟ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! ان کی پتلی ٹانگوں کی وجہ سے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُمَا اَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ اُحُدٍ))

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ ٹانگیں ترازو میں اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی''۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز ایک موٹے تازے شخص کو لایا جائے گا مگر اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا''۔[3]

۳)......کوئی انسان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ ہی دوسرے کے کام آئے گا

روزِ قیامت ہر انسان کو اپنے کیے ہوئے عملوں کا بدلہ ملے گا۔ دوسروں کے اچھے اعمال نہ تو اسے دلوائے جائیں گے اور نہ کسی اور کے برے عملوں کا بوجھ خوامخواہ اس پر لادا جائے گا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ اس کی نیکی

۱۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب من احتبس فرسافي سبيل الله، ح۲۸۵۳۔
۲۔ النهاية، لابن كثير، ج۲ ص ۲۹۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔
۳۔ بخاری، کتاب التفسير، تفسير سورة الكهف۔

سے سبق حاصل کر کے اور متاثر ہو کر جتنے لوگ وہ نیکی کریں، انہیں بھی اس نیکی کا ثواب ملے اور اتنا ہی اضافی ثواب اسے بھی مل جائے یا اس کی برائی سے جرأت پا کر دوسرے لوگ بھی وہ برائی کریں اور انہیں اس برائی پر جو گناہ ملنا ہے وہ تو ملے گا جب کہ اتنا ہی مزید گناہ اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھ دیا جائے کیونکہ نیکی یا بدی دونوں صورتوں میں یہ سبب اور ذریعہ بنا ہے، چنانچہ بعض صحیح احادیث میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے:

''جس شخص نے اسلام میں کسی اچھے کام کی بنا ڈالی، اسے اس کا ثواب ملے گا اور اس (کی وجہ سے اس کام) پر جس نے بھی عمل کیا، اتنا ہی مزید ثواب پہلے بندے کو بھی ملے گا جب کہ دوسرے لوگوں کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی اور جس نے اسلام میں کسی غلط کام کی بنا ڈالی، اسے اس کا گناہ ملے گا، اور (اس کی وجہ سے) جس نے بھی اس گناہ کے کام کو کیا، اتنا ہی گناہ پہلے بندے کو بھی ہوگا اور دوسروں کے گناہوں میں بھی کمی نہیں کی جائے گی''۔ (۱)

قرآن مجید میں ایک مقام پر کچھ ایسے کافروں کے بارے میں جن کی وجہ سے اور لوگ گمراہی کی راہ پر چل نکلے، یہ ذکر ملتا ہے کہ دوسروں کو گمراہی اور غلط کاری پر ڈالنے کی وجہ سے اپنے گناہوں کے ساتھ مزید اتنا ہی اوروں کے گناہوں کا بوجھ بھی ان پر لادا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾ [سورة العنكبوت: ١٣]

''یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے''۔

اسی طرح روز قیامت یہ بھی ممکن نہیں ہوگا کہ کوئی شخص کسی کی محبت یا خوف کی وجہ سے اپنی نیکیاں اسے دے دے اور اس کے گناہ بھی اپنے سر لے لے۔ یہ بات اتنی یقینی بنا دی جائے گی کہ سگے اور خونی رشتہ دار بھی ایک دوسرے کے کام نہ آ سکیں گے۔ والدین اپنی اولاد کو اور اولاد اپنے والدین کو ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہ ہوگی۔ میاں بیوی کا محبت بھرا تعلق اس موقع پر کام نہیں آئے گا۔ ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ اگر اس موقع پر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ انسان کا خود اپنا ہی کیا ہوا نیک عمل ہوگا۔ اب اس سلسلہ میں کچھ آیات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقة۔

(۱)...... ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾[سورة الانعام: ۱٦٤]
''اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا''۔

(۲)...... ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ [سورة الاسراء: ۱٥]
''اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا''۔

(۳)...... ﴿ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسٰى وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفّٰى أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى ﴾ [سورة النجم: ۳٦تا٤١]
''کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی اور یہ کہ بے شک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا''۔

(٤)...... ﴿ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ كَلَّا إِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾ [سورة المعارج: ۸ تا١٦]
''جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا اور پہاڑ مثل رنگین اون کے ہو جائیں گے۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے، گناہ گار اس دن کے عذاب کے بدلے فدیئے میں اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا کہ پھر (اس کے بدلہ میں) یہ اسے نجات دلا دے (مگر) ہرگز یہ نہ ہوگا، یقیناً وہ شعلہ والی (آگ) ہے، جو منہ اور سر کی کھال کو کھینچ لانے والی ہے''۔

(٥)...... ﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ [سورة عبس: ۳۳تا۳۷]
''پس جب کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آ جائے گی، اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں

اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہوگی جو اس کے لیے کافی ہو"۔

۴)......لوگوں کے مقدمات میں نیکیوں اور گناہوں کے ساتھ فیصلے کیے جائیں گے

قیامت کے روز مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے گی، کسی کا جرم اور گناہ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو از خود معاف فرما دیں گے، ورنہ اگر کوئی یہ چاہے کہ جہنم سے بچاؤ کے لیے کوئی فدیہ اور تاوان دے کر جان بخشی کرا لوں جیسا کہ دنیا میں کئی جرائم میں ایسا ہوتا ہے، تو یہ صورت اللہ کی عدالت میں قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی کے پاس اس وقت مال و دولت ہوگا، اور اگر بالفرض ہو بھی تو وہاں وہ کام نہیں آئے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں کافروں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ﴾ [سورة آل عمران: ۹۱]

"جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں، ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا دے، گو فدیے میں ہی ہو تو بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا"۔

اسلام نے حقوق العباد کی پاسداری کی بڑی تاکید کے ساتھ تلقین کی ہے۔ بہت سی احادیث میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز حقوق العباد میں فیصلہ کے وقت نیکیوں اور گناہوں کے ساتھ حساب برابر کیے جائیں گے، اس سلسلہ میں چند ایک احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱)...... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﵁ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ))[1]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بھائی کی بے عزتی کی ہو یا کوئی اور ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ آج (یعنی دنیا میں ہی) اس سے معاف کروا لے، اس دن کے آنے سے پہلے جس دن دینار ہوگا نہ درہم، البتہ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوگا تو اس بے عزتی

۱۔ بخاری، کتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عن الرجل فحللهاله، ح۲۴۴۹۔

یا ظلم کے برابر وہ اس سے لے لیا جائے گا (اور مظلوم کو دے دیا جائے گا) اور اگر بے عزتی یا ظلم کرنے والے کے پاس اتنی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈال دی جائیں گی''۔

(۲)...... ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِيْنَارٌ اَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ لَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ))[1]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کے ذمہ درہم و دینار تھے (یعنی قرض تھا) تو (قیامت کے روز) وہ درہم و دینار کا حساب اس کی نیکیوں سے پورا کیا جائے گا، اس لیے کہ وہاں تو درہم و دینار نہیں ہوں گے''۔

(۳)...... ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے صحابہؓ سے) فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس تو وہی ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ دینار ہو اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان ہو۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کا (حقیقی) مفلس تو وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکاۃ جیسے نیک اعمال لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ حق داروں کے درمیان اس کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقدار آتے رہے تو حق داروں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس طرح وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا''۔[2]

۵)...... گناہ اور جرائم کا ریکارڈ انسان کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا

ایک انسان اس دنیا میں جو کچھ کرتا ہے، روزِ آخرت اسے اس کا حساب دینا ہے۔ اچھے کاموں کا اسے اچھا بدلہ (یعنی انعام) اور برے کاموں کا اسے برا بدلہ (یعنی سزا اور عذاب) ملے گا۔ یہ حساب وہ ذات لے گی جس کے علم سے انسان کا کوئی قول یا فعل مخفی نہیں۔ انسان کی ہر ارادی و غیر ارادی حرکت سے وہ آگاہ ہے۔ خفیہ کام بھی اس پر مخفی نہیں اور چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے

۱۔ ابن ماجہ، ح ۲٤۱٤۔ صحیح الجامع الصغیر، ح ٦٤۳۲۔

۲۔ مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم، ح ۲۵۸۱۔

بارے میں بخوبی جانتا ہے کہ اس نے زندگی میں کیا عمل کیے ہیں۔ کتنی اچھائیاں اور کتنی برائیاں کی ہیں۔ کتنے گناہ اور کتنی نیکیاں کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو پوری امانت اور ذمہ داری کے ساتھ نیکیوں اور بدیوں کا ریکارڈ مرتب کرتے ہیں۔ کسی شخص کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی یا بدی کو وہ ریکارڈ کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ یہ ریکارڈ خود انسان کے خلاف حجت قائم کرنے کے لیے ہے۔ روز قیامت ریکارڈ کے یہ رجسٹر انسان کے سامنے کھول دیے جائیں گے اور اسی کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے گا تاکہ کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میرے ساتھ انصاف نہیں ہوا۔

اب اس سلسلہ میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)...... ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾

''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کو ہم اکٹھا کریں گے، ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ اور سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کیے جائیں گے۔ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے جس طرح ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا لیکن تم اسی خیال میں رہے کہ ہم ہرگز تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کریں گے اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس (کی تحریر) سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا (گناہ) چھوڑا ہی نہیں، سب کچھ گھیر لیا ہے۔ اور جو کچھ عمل انہوں نے کیے تھے سب وہاں موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا''۔ [سورۃ الکھف: ۴۷ تا ۴۹]

(۲)...... ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا﴾ [سورة آل عمران : ۳۰]

''جس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پا لے گا، اور آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی''۔

(۳)...... ﴿وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰهُ مَنۡشُوۡرًا اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا﴾ [سورة الاسراء : ۱۳]

''ہم نے ہر انسان کی برائی و بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ (اپنے اوپر) کھلا ہوا پا لے گا۔ (اور ہم کہیں گے) لے! خود ہی اپنی کتاب (اعمال نامہ) آپ پڑھ لے۔ آج تو تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے''۔

۲)......گنہگاروں پر مختلف چیزوں کے ساتھ شہادتیں قائم کی جائیں گی

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''اور جو کام بھی تم کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو۔ اور تیرے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، نہ کوئی چھوٹی چیز اور نہ کوئی بڑی، مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے''۔ [سورة یونس: ۶۱]

انسان اس دنیا میں جو کچھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا آیت قرآنی سے معلوم ہو رہا ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے تمام اعمال کے بارے میں چاہیں تو خود بھی بتا سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کمال حکمت کے پیش نظر انسانوں کے اعمال پر ایسی چیزوں کو گواہ بنا کر حجت قائم کریں گے کہ انسان کے لیے ان کی گواہی سے انکار کرنا ممکن ہی نہ ہوگا مثلاً جب زمین انسان کے خلاف گواہی دے گی کہ اس پر اس نے یہ یہ برے کام کیے ہیں، اور خود انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے تو انسان ان کی گواہی سے آخر کیسے انکار کر پائے گا!!

ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ ان گواہوں کے بارے میں قرآن وسنت سے دلائل ذکر کرتے ہیں جو انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔

ا۔ انبیاء ورسل

انبیاء ورسل کو ان کی نافرمان امتوں کے خلاف گواہی کے لیے پیش کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ﴾
[سورة النحل: ٨٩]

''اور جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے''۔

۲۔ امت محمدیہ

امت محمدیہ کو سابقہ امتوں کے کافروں کے خلاف گواہی کے لیے پیش کیا جائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [سورة البقرة: ١٤٣]

بعض دیگر روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے روز کسی نبی کو لایا جائے گا اور اس کے ساتھ ایک ہی مسلمان امتی ہوگا، کسی نبی کے ساتھ دو ہوں گے اور کسی کے ساتھ کچھ زیادہ ہوں گے۔ ان نبیوں کی امتوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا ان نبیوں نے تم تک میرا پیغام پہنچایا تھا؟ تو وہ کہیں گے نہیں۔ جب نبی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا کہ میں نے تو پیغام پہنچا دیا تھا، تو کہا جائے گا کہ تمہارے حق میں گواہی کون دے گا؟ تو اس موقع پر امت محمدیہ کے لوگ ان نبیوں کے حق میں گواہی دیں گے۔ ان (امت محمدیہ کے لوگوں) سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ تو وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بتایا تھا کہ نبیوں اور رسولوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا تھا، اس لیے ہم ان نبیوں کی تصدیق کر رہے ہیں۔[1]

((عن عبداللہ بن عمرؓ قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ))[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

۱۔ دیکھیے: فتح الباری، ج۸، ص ۱۷۲۔

۲۔ بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ: الا لعنة اللہ علی الظالمین، ج۱ ۲٤٤١۔

''کافروں اور منافقوں کے بارے میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے، اولیاء اور صلحا وغیرہ) کھلے عام گواہی دیں گے۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ خبردار رہو! ایسے ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''۔

۳۔فرشتے

اسی طرح انسان کے اعمال نوٹ کرنے والے فرشتے بھی اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ﴾ [سورة ق: ۲۱]

''اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہمراہ لانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا''۔

اس آیت میں سائق (ہانک کر ہمراہ لانے والا) اور شہید (گواہی دینے والا) سے مراد بعض مفسرین کے بقول دو فرشتے ہیں۔[۱]

۴۔زمین

یہ زمین بھی انسان کے اعمال پر گواہی دے گی، جیسا کہ سورۃ الزلزال میں ہے:

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾ [سورة الزلزال: ۱ تا ۵]

''جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی۔ اس لئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا''۔

۵۔اعضائے بدن

انسان کے اپنے اعضائے بدن بھی اس کے برے اعمال پر اس کے خلاف گواہی دیں گے، جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں ہے:

---

[۱] دیکھیے: تفسیر طبری، بذیل تفسیر آیت مذکور۔

(۱)...... ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتّٰى إِذَا مَا جَآؤُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِينَ ﴾ [سورة حم السجدة: ١٩ تا٢٣]

''اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان (سب) کو جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے، ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی قوت بخشی ہے، اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم (اپنی بداعمالیاں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی، ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے''۔

(۲)...... ﴿ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴾ [سورة النور: ٢٤، ٢٥]

''جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق وانصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور (وہی) ظاہر کرنے والا ہے''۔

۷)......نیکیوں کا ثواب بڑھا کر دیا جائے گا مگر گناہ کی سزا بقدرِ گناہ ہی دی جائے گی

اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکیوں کا ثواب اور گناہوں کا عذاب مقرر ہے۔ عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ نیکی کے بقدر

اس کا ثواب ملے اور گناہ کے بقدر اس کی سزا ملے، مگر یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ خصوصی فضل اور احسان ہے کہ گناہ کی سزا تو گناہ کے بقدر ہی لکھی جاتی اور دی جائے گی جبکہ نیکیوں میں اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا ثواب ایک کی بجائے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ دے دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ [سورۃ الانعام: ١٦٠]

''جو شخص ایک نیکی لے کر آیا اس کے لیے اس کا بدلہ دس گنا ہے اور جس نے کوئی برا کام کیا، اسے اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں ہر نیکی کا ثواب دس گنا یا اس سے بھی بڑھا کر دوں گا اور ایک گناہ کے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جائے گا اور میں چاہوں تو وہ بھی معاف کر دوں گا''۔ [1]

اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کا ثواب سات سو گنا تک ملتا ہے اور اللہ چاہیں تو اسے اس سے بھی زیادہ کر کے دیتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [سورۃ البقرۃ: ٢٦١]

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے''۔

اسی طرح کئی اور نیکیوں کے بارے میں احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ ان کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے بلکہ ایک حدیث میں تو یہ ذکر ملتا ہے کہ

١۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ح ١٢٨۔ اسی سے ملتی جلتی حدیث صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حسن اسلام المرء میں بھی ہے۔

((كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف))[1]

''ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا

۸)......بعض گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے گا

اللہ تعالیٰ بہت غفور رحیم ذات ہے، اور اللہ تعالیٰ کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے بندوں پر زیادہ سے زیادہ احسان واکرام کیا جائے۔ اسی احسان واکرام ہی کی یہ مثال ہے کہ سچی توبہ کرنے والے بندے کے سابقہ گناہ نہ صرف یہ کہ معاف کر دیے جاتے ہیں بلکہ اللہ چاہیں تو انہیں نیکیوں میں بھی بدل دیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴾

''مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ (حقیقتاً) اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے''۔ [سورۃ الفرقان: ۷۰، ۷۱]

اسی طرح روز جزا بھی اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان واکرام کا اظہار کریں گے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں جانتا ہوں کہ اہل جنت میں سے سب سے آخر میں کون شخص جنت میں داخل ہوگا اور سب سے آخر میں جہنم سے کسے نکالا جائے گا۔ یہ وہ آدمی ہے کہ اسے جب قیامت کے دن (اللہ کے حضور) لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے کبیرہ گناہوں کی بجائے صغیرہ گناہ کھول کر اس کے سامنے پیش کیے جائیں اور پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ صغیرہ گناہ کیے تھے، تو وہ کہے گا کہ ہاں ایسا ہی ہے، کیونکہ اس کے لیے ان گناہوں سے انکار ممکن ہی نہ ہوگا اور وہ ڈر رہا ہوگا کہ اس طرح کہیں میرے کبیرہ گناہ نہ پیش کر دیے جائیں۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ تیرے ہر گناہ کو ہم نیکی سے بدل دیتے ہیں۔ وہ کہے گا: یارب! میں نے بعض ایسے گناہ بھی کیے تھے جو مجھے یہاں کہیں دکھائی نہیں دے رہے۔

۱۔ بخاری ومسلم، بحوالہ: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، حدیث ۱۹۵۹۔

[اس آدمی کا مطلب یہ تھا کہ میرے کبیرہ گناہ پیش نہیں کیے گئے، وہ بھی پیش کیے جاتے تا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے!]

یہ بات کہتے ہوئے آنحضرت ﷺ مسکرا اٹھے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں دکھائی دینے لگیں"۔ (۱)

۹)...... ہر انسان سے اللہ تعالیٰ خود حساب لیں گے

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز تم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوگا، اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی ترجمان۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: 'کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا؟' وہ جواب دے گا کیوں نہیں، دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ سوال کریں گے: 'کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟' وہ جواب دے گا کیوں نہیں، بھیجا تھا۔ (پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ) انسان (اس وقت) اپنے دائیں دیکھے گا تو آگ دکھائی دے گا اور بائیں دیکھے گا تو ادھر بھی آگ ہی نظر آئے گی۔ لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو آگ سے بچنا چاہیے خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے آگ سے بچو، اگر کھجور کا ٹکڑا نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر آگ سے بچو"۔ (۲)

۱۰)...... انسان سے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا

قیامت کے روز انسان سے ان تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا جو وہ دنیا میں کرتا رہا ہے تا کہ اچھے اعمال کا اسے اچھا صلہ اور برے اعمال پر سزا دی جائے۔ اس حساب کتاب کی بنیاد یہ ہوگی کہ انسان نے جو عمل کیے ہیں، وہ اللہ کے حکم کے مطابق کیے ہیں یا اللہ کے احکام و فرامین سے بے رخی اختیار کرتے ہوئے کیے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [سورة الحجر: ۹۲]

"قسم ہے تیرے پالنے والے کی! ہم ان سب سے ضرور باز پرس کریں گے ہر اس چیز کی جو وہ کرتے تھے"۔

۱۔ مسلم، كتاب الجنة، باب ادنى اهل الجنة منزلة فيها، ح ۱۹۰۔

۲۔ بخاری، كتاب الزكاة، باب الصدقة قبل الرد، ح ۱۴۱۳۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْئَالَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا اَنْفَقَهُ وَمَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ))[1]

''قیامت کے روز انسان کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹنے دیئے جائیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا۔ (وہ پانچ چیزیں یہ ہیں) ا۔ عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے عمر کہاں صرف کی؟ ۲۔ جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اسے کس کام میں بسر کیا؟ ۳۔ مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کہاں سے کمایا؟ ۴۔ اور یہ بھی پوچھا جائے گا کہ مال کہاں خرچ کیا؟ ۵۔ اسی طرح یہ پوچھا جائے گا کہ اسے جو علم حاصل تھا، اس پر اس نے کہاں تک عمل کیا؟''۔

۱۱)......انسان کو عطا کی گئی نعمتوں کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا

انسان کو دنیا میں جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے مالا مال کیا ہے، ان کے بارے میں بھی اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کیا اور ان پر اللہ کا شکر ادا کیا، یا ناشکری اور بغاوت کا رویہ اختیار کیے رکھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ

﴿ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [سورة التكاثر : ٨]

''پھر اس (قیامت کے) دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔

اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں جہاں مال ودولت، امن وامان، اطمینانِ قلب وغیرہ شامل ہیں، وہاں ہاتھ پاؤں، کان، آنکھیں اور اعضاء بدن کی صحت وسلامتی وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں، بلکہ قرآن مجید میں ایک مقام پر خصوصی طور پر ان اعضاء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ [سورة الاسراء : ٣٦]

''بے شک کان، آنکھ، اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے''۔

۱۔ ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب في القيامة، ح٢٤١٦۔

۱۲)......بعض نیک لوگوں سے حساب نہیں لیا جائے گا؟

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نیک لوگوں سے حساب نہیں لیا جائے گا، بلکہ انہیں بغیر حساب کتاب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمادیں گے۔اس سلسلہ میں ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو کہ میری امت میں سے سب سے پہلے کون سا گروہ جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔تو آپ ۔ نے فرمایا کہ سب سے پہلے فقیر مہاجر (صحابہ) جنت میں جائیں گے۔جب قیامت کے روز وہ جنت کے دروازے پر آئیں گے اور دروازہ کھولنے کا کہیں گے تو وہاں موجود دربان ان سے پوچھے گا: کیا تمہارا حساب ہوگیا ہے؟ یہ لوگ کہیں گے: ہم کس چیز کا حساب دیں!، ہم تو اللہ کی راہ میں اس طرح نکلے تھے کہ ہماری تلواریں ہماری گردنوں میں رہیں اور اسی حال میں ہمیں موت آئی!، چنانچہ ان کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور یہ باقی لوگوں کے مقابلے میں چالیس سال پہلے ہی جنت میں داخل ہوجائیں گے''۔(۱)

۲۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خواب میں مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، بعض نبی (میرے سامنے سے) گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہی شخص ہوتا۔اور بعض گزرتے تو ان کے ساتھ دو شخص ہوتے اور بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا، میں نے سمجھا یہ میری ہی امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔

پھر مجھ سے کہا گیا کہ اِدھر دیکھو! اِدھر دیکھو! میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے تمام اُفق گھیر رکھا ہے۔مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس میں ستر ہزار لوگ وہ ہوں گے، جو بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور آپ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون سے لوگ ہیں جو

۱۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، ح۸۵۳۔

بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق سوچ و بچار شروع کر دی، بعض نے کہا کہ ہماری پیدائش تو حالتِ شرک میں ہوئی تھی اور ہم بعد میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں (اس لیے یہ ستر ہزار ہم نہیں ہو سکتے) البتہ یہ ہماری اولاد میں سے ہوں گے جو پیدائشی طور پر ہی مسلمان ہیں۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بدفالی نہیں لیں گے، نہ دم جھاڑ کروائیں گے اور نہ داغ لگوائیں گے بلکہ یہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم بھی ان میں سے ہو''۔ [1]

۳۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے اور ان کے چہرے بدر کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان سب کے دل ایسے ہوں گے جیسے یہ ایک ہی آدمی کا دل ہو (یعنی سب کا دل آپس کی رنجش اور کینہ وغیرہ سے پاک صاف ہوگا)۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس تعداد میں اضافہ کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اس طرح اضافہ کیا کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ ہوں گے''۔ [یعنی 70000x70000] [2]

اوپر مذکور حدیث میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جانے والوں کی پہلی خوبی یعنی ''بدفالی نہیں لیں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ توہم اور بدشگونی سے وہ پاک ہوں گے اور دوسری خوبی یعنی ''دم جھاڑ نہ کروائیں گے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ وہ جائز طریقۂ دم سے بھی استفادہ نہیں کریں گے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر شرعی طور طریقوں پر مبنی دم جھاڑ نہیں کروائیں گے۔

اسی طرح اس حدیث میں تیسری خوبی یہ بیان کی گئی کہ وہ داغ نہ لگوائیں گے۔ داغ لگوانا اہل عرب کے ہاں بعض جسمانی بیماریوں کے لیے ایک طریقہ علاج تھا مگر یہ داغ آگ کے ساتھ لگایا جاتا اور اس سے مریض کو سخت تکلیف ہوتی تھی، اس لیے بعض صحیح روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ علاج کو ضرورت کی وجہ سے جائز تو قرار دیا مگر اس کی اذیت کے پیش نظر اسے پسند نہ کیا۔

۱۔ بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق، ح۵۷۵۲۔

۲۔ صحیح الجامع الصغیر۔ ج۱، ص۳۵۰، ح۱۰۶۸۔

دم جھاڑ کی بہت سے صورتیں جائز ہیں اور جائز ذرائع سے استفادہ کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔اس لیے اگر اس حدیث کے اس جملے کہ "وہ دم جھاڑ نہ کروائیں گے" کا مطلب یہ لیا جائے کہ وہ جائز دم جھاڑ بھی نہیں کروائیں گے تو اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ دم جھاڑ نہ کروانا افضل ہے اور یہ ان لوگوں کی اللہ پر غیر متزلزل یقین و ایمان کی ایک علامت ہوگی جو دم جھاڑ نہیں کروائیں گے۔لیکن اگر دم جھاڑ نہ کروانے کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ غیر شرعی طور طریقوں پر مبنی دم جھاڑ نہیں کروائیں گے تو پھر جائز طور طریقوں سے دم کروانا یا نہ کروانا دونوں کی حیثیت مساوی ہوگی اور کسی ایک کو دوسرے پر افضل قرار نہیں دیا جائے گا۔تاہم دونوں صورتوں میں اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علاج معالجہ توکل کے منافی ہے اور اسے چھوڑ دینا چاہیے۔اگر یہی بات ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوا کھانا اور دم کرنا کروانا بالکل چھوڑ دیتے مگر صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ علاج معالجہ کی جسمانی و روحانی تمام تدابیر اختیار کی جاتی رہیں یعنی دوا بھی کھائی جاتی اور دم کرنے کروانے کا عمل بھی کیا جاتا۔مزید تفصیلات کے لیے ہماری جادو جنات سے متعلقہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳)......بعض لوگوں کے لیے حساب کتاب میں نرمی کی جائے گی

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز بعض لوگوں سے حساب کتاب کرتے وقت اللہ تعالیٰ نرمی کریں گے، یہ کوئی مخصوص قسم کے لوگ نہیں بلکہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کے ساتھ چاہے گا، خصوصی نرمی اور شفقت سے پیش آئے گا۔ذیل میں اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک مومن آدمی کو اپنے قریب کریں گے اور اس پر اپنا دامنِ رحمت ڈال کر باقی مخلوق سے اسے پردہ میں کرلیں گے اور پوچھیں گے اے بندے! کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے، کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا، ہاں! میرے رب یاد ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے سارے گناہوں کا اقرار کروالیں گے اور وہ مومن اپنے دل میں کہے گا کہ اب تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ادھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے:"میں نے تیرے گناہوں پر دنیا میں بھی پردہ ڈالے رکھا اور آج بھی ان پر پردہ

ڈال رہا ہوں، چنانچہ اسے اس کی نیکیوں والا نامہ دے دیا جائے گا''۔ (۱)

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:
''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندے سے (مختلف) سوال کریں گے حتیٰ کہ پوچھیں گے جب تو نے برائی دیکھی تو اسے کیوں نہ روکا؟ (وہ بندہ کوئی جواب نہیں دے پائے گا)، پھر اللہ تعالیٰ خود اسے جواب سکھلائیں گے اور وہ کہے گا: یارب! میں نے تیری رحمت کی امید رکھی اور لوگوں سے الگ رہا''۔ (۲)

۱۴)......نرم حساب کی دعا مانگنی چاہیے

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهِ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ؟ قَالَ: اَنْ يَنْظُرَ فِيْ كِتَابِهِ فَيَتَجَاوَزَ عَنْهُ اِنَّهُ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ)) (۳)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: 'یا اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا'۔ تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی! آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسان حساب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال کو دیکھے اور اسے نظر انداز کر دے اور جس کے نامہ اعمال پر اس روز بحث شروع ہوگئی، تو اے عائشہ! سمجھو وہ تو ہلاک ہوگیا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''(قیامت کے روز) جس کا حساب لیا گیا، وہ ہلاک ہوگیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے اللہ آپ پر فدا کرے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: 'جو شخص دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا گیا، اس سے آسان حساب لیا جائے گا (جس کا مطلب یہ ہے کہ حساب تو نیک لوگوں سے بھی لیا جائے گا تو کیا وہ بھی ہلاک ہوں گے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: 'یہ (نیک لوگوں کا حساب) تو محض انہیں دکھانا (یا بتانا) ہے، البتہ جس شخص کے حساب پر بحث کی گئی وہ یقیناً ہلاک ہوگیا''۔ (٤)

۱۔ بخاری، ح ۲٤٤١۔ ۲۔ ابن ماجہ، ح ٤٠١٧۔
۳۔ احمد، ح ۲۳۰۸۲۔ ٤۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔

۱۵)...... بعض لوگوں کی بعض نیکیاں حساب کتاب کے موقع پر انہیں فائدہ دے جائیں گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے کسی مسلمان کا خریدا ہوا مال واپس کر لیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے گناہ معاف کر دے گا''۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
''ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوق کے سامنے (حساب کتاب کے لیے) الگ کرے گا، اس شخص کے (اعمال کے) ننانوے رجسٹر اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے، ان میں سے ہر رجسٹر تا حدِ نگاہ (مدینہ سے بصرہ کی مسافت کے برابر) طویل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائیں گے: ''کیا تو اپنے ان گناہوں سے انکار کرتا ہے؟ کہیں میرے فرشتوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟'' وہ بندہ کہے گا: ''نہیں، یارب!''۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: ''کیا تیرے پاس (ان گناہوں کے لیے) کوئی عذر ہے؟'' وہ بندہ عرض کرے گا: ''نہیں، یارب!''۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: ''اچھا ٹھہرو! ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے، آج تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ چنانچہ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''اپنے وزن کے لیے (ترازو کے پاس) چلا جا''۔ وہ بندہ عرض کرے گا: ''اے میرے رب! ان ننانوے رجسٹروں کے مقابلے میں اس ایک کاغذ کے ٹکڑے سے کیا ہوگا؟''۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے بعد اس کے سارے (گناہوں کے) رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا اور (گناہوں کے) ننانوے رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہو جائے گا اور اللہ کے نام سے بھاری تو یقیناً کوئی چیز نہیں ہو سکتی''۔ (۲)

۱۔ ابن ماجہ، ابواب التجارات، ح ۲۱۹۹۔

۲۔ ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی من یموت وھو یشھدان لاالہ الااللہ، ح ۲۶۳۹۔

۱۶)......سب سے پہلے امت محمد یہ سے حساب کتاب شروع کیا جائے گا

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: نَحْنُ آخِرُ الْاُمَمِ وَاَوَّلُ مَنْ یُحَاسَبُ یُقَالُ اَیْنَ الْاُمَّةُ الْاُمِّیَّةُ وَنَبِیُّهَا؟ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ))[۱]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم آخری امت ہیں، لیکن ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا۔ (روز قیامت) پکارا جائے گا کہ اُمّی نبی کی امت اور ان کا نبی کہاں ہیں؟ پس ہم سب سے آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے حساب لیے جانے والے ہیں''۔

۱۷)......فقیر اور غریب لوگ کا حساب کتاب کر کے انہیں جنت میں امیروں سے پہلے بھیجا جائے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم لوگ قیامت کے روز جمع کیے جاؤ گے اور اعلان کیا جائے گا کہ اُمت محمد یہ کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ کیا عمل کرتے رہے ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہمیں مصائب و آلام میں ڈالے رکھا، ہم نے صبر کیا، مال اور حکومت دوسرے لوگوں کو دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، 'تم سچ کہتے ہو'۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقراء اور مساکین دوسرے لوگوں سے پہلے جنت میں چلے جائیں گے، دولت منداور حکمران سخت حساب کے لیے پیچھے رہ جائیں گے''۔[۲]

بعض روایات میں ہے کہ غریب لوگ امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور بعض میں ہے پانچ سو سال پہلے جائیں گے۔[۳]

ان میں اہل علم نے تطبیق یوں دی ہے کہ چونکہ غربت اور ایمان و عمل میں فرق ہوتا ہے، اس لیے اس

۱۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة امة محمد ﷺ، ح ۴۲۹۰۔

۲۔ الترغيب والترهيب، ح ۵۲۶۴۔ صحيح بخارى، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار میں بھی اس مفہوم کی ایک روایت ہے۔

۳۔ دیکھیے: سلسلة الاحاديث الصحيحة، ح ۸۵۳۔ صحيح الجامع الصغير، ح ۴۱۰۴۔

فرق کی وجہ سے ان کے جنت میں داخل کیے جانے میں بھی فرق ہوگا۔ جو زیادہ غریب اور نیک صالح ہوگا وہ زیادہ جلدی جنت میں جگہ پائے گا۔

۱۸)......حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز انسان کے اعمال میں سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے۔ اگر نماز قبول ہوگئی تو وہ بندہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز قبول نہ ہوئی تو وہ ناکام ٹھہرے گا۔ ہاں اگر انسان کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے اس بندے کے نامۂ اعمال میں دیکھو کوئی نفل عبادت ہے؟ (اگر نفل عبادت ہوئی) تو ان نوافل کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر اس انسان کے بقیہ تمام اعمال کا دارومدار اسی (اصول) پر ہوگا''۔[۱]

۱۹)......حقوق العباد میں حساب کتاب کی اہمیت

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقُ اِلٰی اَھْلِھَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ))

''قیامت کے روز تمہیں حق داروں کے حقوق دینا پڑیں گے، حتی کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ والی بکری بدلہ لے گی''۔[۲]

بکریوں کے بدلہ لینے کا یہ عمل اس لیے کیا جائے گا تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ اللہ کے ہاں عدل وانصاف کی کتنی اہمیت ہے، ورنہ جانوروں کے باہمی قصاص کا جنت اور جہنم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(لوگو!) متنبہ ہو جاؤ! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا، یا اسے کوئی نقصان پہنچایا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف دی یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز (زبردستی) لی تو قیامت کے روز میں اس ذمی کی

۱۔ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء ان اول ما یحاسب به العبد......، ح ٤١٣۔ صحیح الجامع الصغیر، ح ٢٠١٦۔

۲۔ مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم، ح ٢٥٨٢۔ السلسلة الصحیحة، ج٤، ص ٦٠٦۔

طرف سے جھگڑا کروں گا''۔[1]

۲۰)......حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ فِی الدِّمَآءِ))[2]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔''

۲۱)......انسان کو چاہیے کہ حساب کتاب کے لیے ہر وقت تیار رہے

((عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَالَ: حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَتَزَیَّنُوْا لِلْعَرَضِ الْاَکْبَرِ وَاِنَّمَا یُخَفَّفُ الْحِسَابُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِی الدُّنْیَا))[3]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو! اپنے اعمال کا حساب کرتے رہو، قبل اس سے کہ تمہارا (قیامت) کے روز حساب لیا جائے اور اپنے آپ کو بڑی پیشی کے لیے تیار رکھو کیونکہ جس نے دنیا میں اپنا حساب کر لیا، قیامت کے روز اس کا حساب ہلکا ہوگا''۔

۲۔ نامۂ اعمال کا بیان

حساب کتاب اور ترازو میں اعمال تولے جانے کے بعد اہل ایمان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دے کر یہ خوشخبری سنائی جائے گی کہ تم جنت میں داخلے کے مستحق ہو، جب کہ کافروں، منافقوں اور ان بے عمل مسلمانوں کو جن کے گناہ ان کی نیکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے اور ان کے ترازو میں گناہوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا، ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دے کر سزا کے لیے جہنم میں جانے کی وعید سنائے جائے گی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ وَالْمَلَكُ عَلٰی اَرْجَآئِهَا

۱۔ ابو داؤد، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اهل الذمة اذا اختلفوا بالتجارة، ح۳۰۵۲۔

۲۔ بخاری، کتاب الدیات، باب قول الله تعالیٰ: ومن یقتل مؤمنا متعمدا ...... ح۶۸۶۴۔

۳۔ ترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث الکیس من دان نفسه عمل لما بعد الموت، ح۲۴۵۹۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ﴾ [سورة الحاقة: ۱۵ تا ۳۷]

''جس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی، اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔ اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے، اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم سب سامنے پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا، سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔ پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا، بلند و بالا جنت میں۔ جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے، (ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ پیو، اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے۔ لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا، میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو، پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے، جکڑ دو۔ بے شک یہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ رکھتا تھا، اور مسکین کو کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا۔ پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے، جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا''۔

......☆......

۳۔ حوضِ کوثر کا بیان

میدانِ حشر میں ہر نبی کو میٹھے پانی کا ایک حوض دیا جائے گا جہاں اس نبی کے امتی آ کر پانی پئیں گے۔ اس حوض میں جنت کی ایک نہر (نہر کوثر) سے پانی آ رہا ہوگا، اس وجہ سے اسے 'حوض کوثر' کہا جاتا ہے۔ اہل ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پانی پییں گے اور پھر جنت میں داخل ہونے تک انہیں پیاس کی حاجت محسوس نہیں ہوگی جب کہ کافروں، مشرکوں اور بدعتی اور مرتد مسلمانوں کو اس سے محروم کر دیا جائے گا۔

حوض کوثر سے متعلقہ احادیث ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

(۱)...... ((عن سمرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَّاِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرَ وَارِدَةً وَاِنِّيْ اَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً)) [1]

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہر نبی کے لیے ایک حوض ہوگا اور تمام انبیاء آپس میں ایک دوسرے پر اس بات پر فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر پانی پینے والے زیادہ آتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والے (میری امت کے لوگ) سب سے زیادہ ہوں گے"۔

(۲)...... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے حوض پر سب سے پہلے وہ لوگ آئیں گے جو فقیر اور مہاجر ہوں گے۔ گرد آلود بالوں اور میلے کچیلے کپڑوں والے ہوں گے۔ ناز و نعم میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھنے والے ہوں گے اور جن کے لیے (امراء اور وزراء کے) دروازے نہیں کھولے جاتے ہوں گے"۔ [2]

۱۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی صفة الحوض، ح۲٤٤٣۔

۲۔ ترمذی، ایضاً، باب ماجاء فی صفة أوانی الحوض، ح۲٤٤٤۔

مراد یہ ہے کہ امیر اہل ایمان کے مقابلہ میں غریب اہل ایمان کو حوض کوثر پر نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں پانی پینے کی سعادت پہلے حاصل ہو گی۔ اور اسی طرح جنت میں جانے میں بھی غریب سبقت لے جائیں گے۔

(۳)..... ''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حوض کوثر کی چوڑائی کتنی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'مدینہ سے لے کر عمان (یمن کے دار الحکومت) تک'۔ پھر آپ ﷺ سے حوض کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حوض کو پانی کیسا ہو گا'؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا'۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: 'میرے حوض میں جنت کے دو پرنالوں سے پانی آئے گا، ان میں سے ایک پرنالہ سونے کا ہوگا اور ایک چاندی کا'۔''[1]

(۴)..... ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں حوض سے (غیر مستحق اور کافر و مشرک لوگوں کو) اس طرح ہٹاؤں گا جس طرح اونٹوں کا مالک دوسرے اونٹوں کو گھاٹ سے ہٹا دیتا ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: 'اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے'؟۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'ہاں! تم میرے پاس آؤ گے تو وضو کی وجہ سے تمہارے ہاتھ، پاؤں اور پیشانیاں چمک رہی ہوں گی۔ یہ صفت تمہارے علاوہ کسی دوسری امت میں نہیں ہوگی'۔''[2]

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا، لوگوں کی ایک جماعت میرے سامنے آئے گی، میں انہیں پہچان لوں گا (کہ یہ میرے امتی ہیں) اتنے میں میرے اور ان کے درمیان ایک شخص نمودار ہوگا (وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ) ہوگا، وہ اس جماعت سے کہے گا، ادھر آؤ۔ میں کہوں گا، انہیں کہاں لے جا رہے ہو؟ وہ شخص (یعنی فرشتہ) کہے گا، جہنم کی طرف، اللہ کی قسم! میں انہیں جہنم کی طرف لے جا رہا ہوں۔

۱۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، ح ۲۳۰۱۔
۲۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الحوض، ح ۳٤٧١۔

میں پوچھوں گا کہ ان کا جرم کیا ہے؟ تو وہ جواب دے گا کہ آپ کے بعد یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل (دین اسلام سے) پھر گئے تھے۔ پھر ایک دوسری جماعت میرے سامنے آئے گی حتیٰ کہ میں انہیں بھی پہچان لوں گا (کہ یہ میرے امتی ہیں) اتنے میں میرے اور ان کے درمیان ایک آدمی (یعنی فرشتہ) حائل ہو جائے گا) اور انہیں کہے گا، ادھر آؤ۔ میں کہوں گا کہ انہیں تم کہاں لے جانا چاہتے ہو؟ وہ جواب دے گا کہ جہنم کی طرف، اللہ کی قسم! میں انہیں جہنم کی طرف لے کے جا رہا ہوں۔ میں پوچھوں گا کہ ان کا جرم کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں (اسلام سے) پھر گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاوارث اونٹ کی طرح ان میں سے کوئی بھی جہنم سے نہ بچے گا"۔ [۱]

(۲)......عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں حوض پر تمہارا پیش رو (یعنی تم سے پہلے ہی موجود) ہوں گا، تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے، پھر مجھ سے دور ہٹا دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا، اے میرے پروردگار! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ آپ انہیں نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دی تھیں"۔ [۲]

۴۔ پل صراط کا بیان

اس کے بعد آخری مرحلہ جنت اور جہنم کی طرف جانے کا ہوگا۔ اس مرحلہ پر لوگوں کو ایک پل سے گزارا جائے گا جس کے نیچے جہنم کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے، اور پل کے دوسرے پار جنت ہوگی۔ جو لوگ اس پل کو پار کر لیں گے وہ جنت میں چلے جائیں گے اور جو پار نہیں کر سکیں گے وہ رستے ہی میں اس سے پھسل کر جہنم کی آگ میں جا گریں گے۔ نیک اور باعمل لوگوں کے لیے اس پل سے گزرنا بالکل مشکل نہیں ہوگا، البتہ گناہ گاروں کے لیے ان کے گناہوں کے حساب سے اس پل پر گزرنے میں مشکلات ہوں گی حتیٰ کہ بہت سے لوگ اس پل سے نیچے جہنم میں جا گریں گے۔ جو لوگ دائمی جہنمی ہوں گے وہ تو ہمیشہ پھر اس جہنم ہی میں رہیں گے، البتہ اہل ایمان میں سے جن فاسق و فاجر لوگوں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، ح ٦٥٨٧۔

۲۔ بخاری، ایضاً، ح٦٥٧٦۔

کے لیے پل سے نیچے جہنم میں گرایا جائے گا، انہیں ان کی سزا دے کر اس جہنم سے بالآخر نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

پل صراط سے گذرنے کے اس مرحلہ کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾ [سورة مریم: ۷۱، ۷۲]

''تم میں سے ہر ایک وہاں (پل صراط پر) وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی، فیصلہ کن امر ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے''۔

آئندہ سطور میں اس پل صراط کے بارے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ

((اِنَّ الْجِسْرَ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ))[1]

''پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا''۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صراط جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ تمام نبیوں میں سے میں ہی سب سے پہلے اپنی امت کے ساتھ اسے عبور کروں گا۔ اس روز (اللہ کے حضور) نبیوں کے علاوہ کسی کو کوئی بات کرنے کی مجال نہیں ہوگی اور نبیوں اور رسولوں کی بھی یہ حالت ہوگی کہ ان کی زبان پر بھی صرف یہ کلمہ ہوگا: 'یا اللہ! بچا لے۔ یا اللہ! بچا لے'۔ جہنم میں 'سعدان' (ایک کانٹے دار درخت) کے کانٹوں کی طرح کے کنڈے (ٹک) ہوں گے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے پوچھا) کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: 'ہاں یا رسول اللہ!'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کے کنڈے (ٹک) اسی سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے، البتہ اس بات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ وہ کتنے بڑے بڑے ہوں گے۔ وہ کنڈے لوگوں کے گناہوں کے مطابق ان کے راستے میں رکاوٹ ڈالیں گے (اور انہیں

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات معرفة طریق الرؤية، ح ۱۸۳۔

جہنم میں گرائیں گے)۔لوگوں میں سے بعض ایسے ہوں گے جو اپنے گناہوں کی وجہ سے وہیں (جہنم میں) گر جائیں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو زخمی ہو جائیں گے، مگر پھر بھی اس پل کو پار کر جائیں گے''۔(۱)

۳۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ پل کیسا ہوگا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہوگی جس میں آنکڑے اور کنڈے ہوں گے، نیز اس میں ایسے کانٹے ہوں گے جیسے نجد کے علاقہ میں ہوتے ہیں اور انہیں 'سعدان' کہا جاتا ہے۔اس پل سے بعض مومن پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی سی تیزی سے گزریں گے، بعض ہوا کی سی تیزی سے، بعض پرندے کی سی تیزی سے، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی سی تیزی سے اور بعض اونٹوں کی رفتار سے گزریں گے۔بعض تو عافیت کے ساتھ پل پار کر جائیں گے، جب کہ بعض زخمی ہوں گے لیکن پل صراط پار کرلیں گے لیکن بعض ٹھوکریں کھا کر جہنم میں گر جائیں گے''۔(۲)

۴۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا اور وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں جانب جا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص بجلی کی سی تیزی سے پل صراط پار کرے گا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: 'میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون سی چیز بجلی کی رفتار سے گزر سکتی ہے؟'۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کس طرح بجلی پلک جھپکنے میں جاتی اور آتی ہے۔اس کے بعد کچھ لوگ ہوا کی سی تیزی سے گزریں گے۔اس کے بعد کچھ لوگ پرندے کی رفتار سے گزریں گے، پھر کچھ لوگ آدمی کے دوڑنے کی رفتار سے گزریں گے، اسی طرح باقی لوگ بھی اپنے اپنے اعمال کے مطابق صراط سے گزریں گے اور تمہارے نبی پل صراط پر کھڑے ہو کر (اپنی امت کے لیے) دعا کر رہے ہوں گے: ((رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ)) ''میرے رب! میری امت کو بچا لے۔میرے رب! میری امت کو بچا

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، ح ۱۸۲۔

۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة، ح ۱۸۳۔

لے"۔ حتیٰ کہ نیک اعمال والے لوگ کم ہونے لگیں گے، پھر ایک آدمی آئے گا کہ اس سے چلنا بھی مشکل ہوگا بلکہ وہ اپنے آپ کو پل صراط پر گھسیٹے گا۔ پل کے دونوں طرف (امانت اور رحم کے) کنڈے لٹک رہے ہوں گے جس کے بارے میں انہیں حکم ہوگا یہ اسے پکڑ لیں گے (اور جہنم میں گرا دیں گے)۔ بعض لوگ زخمی ہو کر پل صراط پار کریں گے اور بعض لوگ ٹھوکریں کھا کر جہنم میں جا گریں گے"۔[۱]

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے روز سفارش کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں تمہارے لیے سفارش کروں گا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر دیکھنا۔ میں نے عرض کیا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نہ دیکھ پاؤں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس دیکھنا۔ میں نے عرض کیا: اگر وہاں بھی آپ نہ ملے تو کہاں دیکھو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر مجھے حوض پر دیکھنا۔ میں ان تین جگہوں کے علاوہ اور کہیں نہیں جاؤں گا"۔[۲]

۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (قیامت کے روز پل صراط عبور کرنے کے لیے) ہر انسان کو خواہ مومن ہو یا منافق، نور دیا جائے گا اور سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں گے۔ جہنم کے پل پر کنڈے اور کانٹے ہوں گے، وہ کنڈے اور کانٹے ان لوگوں کو پکڑیں گے جنہیں اللہ چاہے گا، منافقوں کا نور (راستے ہی میں) بجھ جائے گا اور اہل ایمان (اپنے نور کی روشنی میں) پل عبور کر لیں گے"۔[۳]

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنه منزلة فیھا، حدیث ۱۹۵۔

۲۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ماجاء فی شان الصراط، ح ۲۴۳۳۔

۳۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا، ح ۱۹۱۔

۵۔ پل صراط کے بعد

پل صراط سے بخیریت گذرنے والے لوگ جنت میں جائیں گے، مگر جنت میں جانے سے پہلے انہیں روک لیا جائے گا تا کہ دنیا میں ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں اگر کوئی کینہ، بغض یا حسد ونفرت کا کوئی عنصر رہا ہوگا تو وہ یہاں ختم کر کے ان کے دلوں کو بالکل صاف کر کے جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس بات کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ [سورة الحجر: ٤٥ تا ٤٧]

''بے شک پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) سلامتی اور امن کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے''۔

درج ذیل حدیث میں اس کی اس طرح منظر کشی کی گئی ہے:

((عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَهُمْ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ)) [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پل صراط پار کرنے کے بعد مومنوں کو جنت اور جہنم کے درمیان قنطرہ پر روک لیا جائے گا اور دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم اور زیادتیاں کی ہوں گی، اس کا بدلہ چکایا جائے گا، حتی کہ جب وہ مکمل طور پر پاک صاف ہو جائیں گے تب انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی''۔

پل صراط کے مرحلہ کے بعد جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں جا چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ موت کو ایک جانور کی شکل میں لا کر ان کے سامنے ذبح کروا دیں گے اور اعلان کر دیا جائے گا کہ اب نہ اہل جنت کو موت آئے گی اور نہ اہل جہنم کو۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے:

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة، ح۶۵۳۵۔

(۱)...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَاِذَا اَدْخَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلَ النَّارِ النَّارَ اُتِیَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا فَيُوْقَفُ عَلَى السُّوْرِ الَّذِیْ بَيْنَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَطَّلِعُوْنَ خَائِفِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ النَّارِ فَيَطَّلِعُوْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ يَرْجُوْنَ الشَّفَاعَةَ فَيُقَالُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ وَلِاَهْلِ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ قَدْ عَرَفْنَاهُ هُوَ الْمَوْتُ الَّذِیْ وُكِّلَ بِنَا فَتُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذَبْحًا عَلَى السُّوْرِ [الَّذِیْ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ] ثُمَّ يُقَالُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ))[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرمائیں گے تو موت کو ایک دیوار پر جو اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان واقع ہوگی، لاکر کھڑا کر دیا جائے گا، پھر پکارا جائے گا، اے جنت والو! وہ گھبرائے ہوئے متوجہ ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے جہنم والو! وہ خوشی اور اس امید سے کہ ہماری سفارش ہونے لگی ہے، متوجہ ہوں گے۔ پھر دونوں سے پوچھا جائے گا: ''کیا تم اسے پہچانتے ہو؟'' اہل جنت اور اہل جہنم دونوں جواب دیں گے ہاں! ہم پہچانتے ہیں کہ یہ موت ہے جس کا (دنیا میں) ہم نے سامنا کیا تھا۔ پھر اس موت کو (مینڈھے کی شکل میں) سب کے سامنے دیوار پر لٹایا جائے گا اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعلان کیا جائے گا: ''اے جنت والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، اب تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے اور اب تمہیں یہاں موت نہیں آئے گی''۔

(۲)......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر اسے ذبح کیا جائے گا۔ جنتی اور جہنمی لوگ اسے دیکھ رہے ہوں گے۔ اگر خوشی سے مرنا ممکن ہوتا تو جنتی خوشی سے مر جاتے اور اگر غم سے مرنا ممکن ہوتا تو جہنمی غم سے مر جاتے''۔[2]

......☆......

۱۔ ترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فی خلود اهل الجنة واهل النار، ح۲۵۵۷۔ مثله فی مسلم، ح۲۱۸۸۔

۲۔ ترمذی، ایضا، ح۲۵۵۸۔

باب ۶

انسان اور جنت

دنیا میں انسان کوئی اچھا عمل کرے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس عمل پر اس کی تعریف کی جائے اور اسے اس کام کا اچھے سے اچھا صلہ ملے۔ یہ خواہش صرف اچھا کام کرنے والے ہی کی نہیں ہوتی بلکہ ہر سلیم الفطرت اس حقیقت کو سمجھتا اور اس سے اتفاق کرتا ہے کہ اچھائی کرنے والے کے ساتھ بھی اچھائی کی جانی چاہیے اور اسے اچھائی کا بدلہ دیا جانا چاہیے مگر بعض اوقات انسان کو اچھے کاموں کا صلہ دنیا میں نہیں ملتا یا ملتا ہے تو اتنا نہیں ملتا جتنا بظاہر اس کا حق بنتا ہے، خاص کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا تمام تر صلہ اس دنیا میں نہیں ملتا، بلکہ الٹا بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے سے دنیا میں مادی نقصانات کا سامنا بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ ہم بیسیوں مرتبہ دیکھتے ہیں کہ حلال روزی کمانے والا، پانچ وقت کی باجماعت نماز پڑھنے والا، سچائی اور امانت ودیانت کے تقاضے پورا کرنے والا کبھی غربت کے ہاتھوں پریشان ہوتا ہے، کبھی لوگوں اور معاشرے سے باتیں اور طعنے سنتا ہے، کبھی غلط لوگوں کے ہاتھوں نقصان اٹھاتا ہے، کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے جینا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ انسانی عقل کہتی ہے کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ایسے بندے کے لیے رزق کے تمام دروازے کھل جائیں، ہر طرح کے وسائل اسے حاصل ہوں، سعادتوں اور رحمتوں کی اس پر ہردم بارش ہو، اسے کسی طرح کی کوئی مصیبت اور مشقت دیکھنے کی نوبت نہ آئے، لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ جو جتنا نیک ہوتا ہے اتنا ہی اسے آزمائشوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہاں مومن کے لیے ہر لمحے پابندیاں اور حد بندیاں ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ دنیا کو مومن کے لیے قید خانہ کہا گیا جیسا کہ حضرت سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ))[1]

''دنیا مومن آدمی کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت کی طرح ہے''۔

۱۔ ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء أن الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر، ح ۲۳۲۴۔

ایک مومن شخص کو اس کے نیک عملوں کا اصل بدلہ قیامت کے روز اللہ کی جناب سے جنت اور اس کی دائمی نعمتوں کی شکل میں ملے گا۔ جنت میں اس کے لیے ہر طرح کی آسائش اور راحت ہوگی۔ اسے ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ طلب کرے گا۔ اچھی رہائش، اچھا لباس، اچھا رزق، جنتی بیویاں اور حوریں، جوانی، خوبصورتی، صحت، طاقت،...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے ہوگا اور اسے بھی ہمیشہ کی زندگی دی جائے گی تاکہ دنیا میں اس نے اللہ کی خاطر جو عبادت اور اطاعت کی، اس کا صحیح صلہ اسے ملے۔ اب جنت میں اس سے عبادت (نماز، روزے وغیرہ) کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی صرف اللہ کی تسبیح و تحمید وغیرہ ہی کریں گے اور وہ بھی اس طرح جس طرح سانس لیتے ہیں۔ (مثلاً دیکھیے: صحیح مسلم، حدیث ۷۰۸۳) یعنی جس طرح سانس لینے میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، اسی طرح تسبیح و تحمید کرنے میں بھی انہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

انسانی خواہشات اور اللہ تعالیٰ کا فضل کریم

ویسے تو ہر انسان اپنے مزاج اور ذوق کے مطابق ہزاروں خواہشات رکھتا ہے مگر بنیادی طور پر انسان کی چار ہی بڑی خواہشیں ہوتی ہیں یعنی: ۱۔ گھر۔ ۲۔ وسائلِ رزق۔ ۳۔ جنسی خواہشات۔ ۴۔ اور ان تینوں چیزوں سے استفادہ کے لیے صحت، لمبی عمر بلکہ ہمیشگی والی زندگی۔ اور باقی ساری خواہشات انہی چاروں کے گرد گھومتی ہیں۔ دنیا میں تو تمام خواہشات پوری نہیں ہوتیں مگر قیامت کے روز انسان کی یہ خواہشات بڑے احسن انداز میں پوری کی جائیں گی، مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں یہ چاروں چیزیں اس طرح بیان کی گئی ہیں:

﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [سورة البقرة: ٢٥]

''اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی بشارت دے دو، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل (رزق) لائے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا۔ اور ان کے لیے بیویاں ہیں پاک صاف اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے''۔

اس آیت میں جنتیوں کی رہائش کے لیے جنت کا، رزق کے لیے پھلوں کا، جنسی خواہشات کے لیے جنتی بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں یہ خوشخبری بھی دی گئی کہ ان جنتوں اور نعمتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح اس آیت میں دوسری چیز یہ بیان کی گئی ہے کہ جنت میں انسان کو جو میوہ جات دیئے جائیں گے وہ ظاہری طور پر دنیا کے میوہ جات ہی کی طرح ہوں گے اور وہ بھی شاید اس لیے کہ جنتی کے لیے کوئی چیز اجنبی معلوم نہ ہو، مثلاً اگر کسی شخص نے کبھی کیلا یا سنگترہ نہ کھایا ہو اور اس کے ہاتھ میں یہ پھل دے دیئے جائیں تو ممکن ہے اول تو اسے سمجھ ہی نہ آئے کہ یہ کھانے کیسے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ انہیں چھلکوں سمیت ہی کھانا شروع کر دے اور پھر ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔ اس لیے جنتی پھل ظاہری طور پر دنیوی پھلوں کی طرح ہوں گے مگر ذائقہ کے اعتبار سے اتنے اعلیٰ ہوں گے کہ دنیوی میوہ جات ان کا کسی طرح بھی مقابلہ نہ کر سکتے ہوں گے۔ ایک روایت میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَيْسَ فِي الْجَنَّةِ شَيْءٌ يُشْبِهُ مَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا الْاَسْمَاءَ))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت کی چیزیں دنیوی چیزوں کے ساتھ صرف ناموں کی حد تک مشابہت رکھتی ہیں''۔ (۱)

مطلب یہ کہ ظاہری اعتبار سے تو ان میں مشابہت ہو سکتی ہے جیسا کہ گزشتہ آیت میں مذکور ہے، اور یا نام کی حد تک مشابہت ہو سکتی ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے، مگر دونوں صورتوں میں حقیقت کے اعتبار سے فرق ہوگا۔ اور ظاہر ہے جنت کے میوہ جات کا دنیاوی میوہ جات آخر کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں!

جنت کی نعمتیں

جنت اور اس کی نعمتوں کے بارے میں ہم صحیح طور پر پورا ادراک نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ چیزیں ہماری نگاہوں سے اوجھل رکھی گئی ہیں، البتہ قرآن مجید اور احادیث میں ہمیں جنت اور اس کی نعمتوں کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے، اس سے ہم ایک ممکنہ حد تک جنت کی شان اور عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں مگر اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں ہمارے ان اندازوں سے بھی کئی گنا بڑھ کر اعلیٰ وارفع ہیں، اس سلسلہ میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ۲۱۸۸۔

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِینَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ﴾ [سورة السجدة: ١٧] [(١)]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کے لیے (جنت میں) ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کے بارے میں صحیح تصور پیدا ہوا ہے، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ﴾ [سورة السجدة: ١٧]

''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے''۔ [(٢)]

جنت کیا ہے؟

عربی زبان میں جنت اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں گھنے اور سایہ دار درخت اتنی کثرت سے ہوں کہ باغ کی زمین چھپ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے جو جنت بنائی ہے، اسے بھی جنت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں سونے چاندی سے بنے محلات اور قیمتی موتیوں سے بنے خیموں کے علاوہ وسیع وعریض باغات بھی ہوں گے، جن میں ہر طرح کا خوشبودار اور پھل دار پودا ہوگا۔ ان پودوں کے تنے سونے کے ہوں گے، پھر ان پودوں اور درختوں کے بیچ میں سے نہریں بہتی ہوں گی اور ایسے ایسے حسین مناظر ہوں گے کہ باذوق لوگوں نے دنیا میں ایسے حسین مناظر نہ دیکھے ہوں گے، نہ ان کے بارے میں ان کے ذہنوں میں کبھی صحیح تصور پیدا ہوا ہوگا۔

جنت کی نہریں اور چشمے

قرآن مجید کی بے شمار آیات میں جنت کی نہروں اور چشموں کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

١۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، بَاب مَا جَاءَ فِی صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب صفة الجنة۔

٢۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، بَاب مَا جَاءَ فِی صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ۔

﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ آسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾[سورۃ محمد ۱۵]

''اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا، اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے اور شہد کی نہریں ہیں جو بہت صاف ہے اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ اس کے مثل ہو سکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا''۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : سِیْحَانُ وَجِیْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّیْلُ كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ))[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل یہ تمام جنت کی نہریں (دریا) ہیں''۔

جنت کے محلات اور خیمے

جنت میں صرف باغات ہی نہ ہوں گے بلکہ اس میں نہایت عالی شان محلات، کشادہ اور آرام دہ گھر اور قیمتی موتیوں کے بڑے بڑے خول نما خیمے بھی ہوں گے۔ اس سلسلہ میں چند دلائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴾ [سورۃ الزمر: ۲۰]

''ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بالا خانے ہیں، ان کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوئے ہیں، (یعنی کثیر المنزلہ عمارتیں ہیں) اور ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ رب کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔

اب اس بارے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مسلم، کتاب الجنة، باب ما فی الدنیا من انهار الجنة۔

(۱)۔۔۔۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ))(۱)

''جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی طرح کی رہائش جنت میں بنا دیتے ہیں''۔

(۲)۔۔۔۔اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ ''جس کا بچہ فوت ہو جائے اور وہ اس پر اللہ کی تحمید بیان کرے اور انا للہ پڑھے (یعنی صبر و شکر سے کام لے)، اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بناتے ہیں اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دیتے ہیں''۔(۲)

(۳)۔۔۔۔((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَیْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِی السَّمَآءِ ثَلَاثُوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا یَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ))

''حضرت عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسا خیمہ بھی ہوگا جو ایک قیمتی موتی کو کھرچ کر بنایا گیا ہوگا۔ اس خیمے کی لمبائی تیس میل ہوگی۔ اس میں جنتی کے اہل خانہ ہوں گے جنہیں کوئی دوسرا نہ دیکھ سکے گا''۔(۳)

بعض روایات میں ہے کہ ''اس خیمے کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی اور اس میں جنتی کی بیویاں ہوں گی۔ جنتی ان بیویوں کے پاس جائے گا مگر وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گی''۔(٤)

جنت کی بناوٹ

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ؟ قَالَ: مِنَ الْمَآءِ، قُلْنَا: اَلْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا؟ قَالَ: لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ

۱۔ بخاری، کتاب الصلاۃ، باب من بنی مسجدا۔
۲۔ ترمذی، کتاب الجنائز، باب المصیبة اذا احتسب، ح۱۰۲۱۔ السلسلة الصحیحة، ح۱٤۰۸۔
۳۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، بَاب مَا جَاءَ فِی صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ۔
٤۔ ایضاً، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الواقعة۔ مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفة خیام الجنة۔

وَالْيَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَيُخَلَّدُ وَلَا يَمُوتُ وَلَا يَبْلَى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ))[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانی سے۔ پھر ہم نے کہا کہ جنت کس چیز سے بنی ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: اس کی ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، اس کا سیمنٹ تیز خوشبودار کستوری جیسا ہے۔ اس کے سنگریزے قیمتی موتی اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص اس جنت میں داخل ہوگا، وہ عیش کرے گا۔ اسے کبھی تکلیف نہ ہوگی، وہ ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہ آئے گی۔ جنت والوں کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ان کی جوانی ختم ہوگی''۔

جنت کی وسعت اور کشادگی

قرآن مجید میں جنت کی وسعت اور کشادگی کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ [سورة آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۶]

''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں، (اور) سختی کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے۔ جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ کے سوا اور کون گناہوں کو

۱۔ ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمھا۔

بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی کام پر اَڑ نہیں جاتے، انہی کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے“۔

اسی طرح درج ذیل احادیث سے بھی جنت کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ، وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ﴾، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ))[1]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ سوار شخص اس کے سائے میں سو سال تک سواری کر سکتا ہے، اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو:

﴿ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ﴾ [الواقعة: ۳۰] ”اور (اس جنت میں) لمبے لمبے سائے ہوں گے“۔

(پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ بھی ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے (مراد دنیا اور اس کی چیزیں ہے)“۔

ایک روایت میں ہے:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا))

”جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ سوار شخص اس کے سائے میں سو سال تک سواری کرے تو تب بھی اس کے سائے کو طے نہیں کر سکتا“۔[2]

جنت ایسی قیمتی اور اعلیٰ وارفع جگہ ہے کہ وہاں ایک چھڑی برابر جگہ ملنا بھی بہت بڑی سعادت ہے جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا))[3]

۱۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ۔

۲۔ بخاری، ایضاً۔

۳۔ بخاری، ایضاً۔

''جنت میں ایک چھڑی (کوڑے/سانٹے) کے برابر جگہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے''۔
مگر اہل جنت کے لیے جنت میں صرف چھوٹی سی جگہ نہیں ہوگی بلکہ وسیع وعریض رقبہ انہیں ملے گا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب سے ادنیٰ اور سب سے آخر میں جنت میں جانے والے کو اتنا کچھ ملے گا کہ انسان حیران رہ جاتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ درجات پانے والے جنتیوں کو جو کچھ ملا ہے، اس کا کوئی شمار نہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا، میں اسے پہچانتا ہوں۔ یہ شخص اپنے کولہوں کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا۔ اسے کہا جائے گا کہ جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ جائے گا اور جنت میں داخل ہوگا تو دیکھے گا کہ لوگوں نے اپنی اپنی جگہیں حاصل کر لی ہیں۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب تم جہنم میں تھے؟ یہ جواب دے گا، ہاں یاد ہے۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ تمنا کرو (کہ تمہیں کتنی بڑی جنت چاہیے؟) تو وہ تمنا کرے گا۔ اسے کہا جائے گا کہ تمہارے لیے تمہاری تمنا کے مطابق جنت دی جائے گی اور دس دنیاؤں کے برابر مزید تمہیں ہم عطا کرتے ہیں۔ وہ کہے گا: یا اللہ! تو بادشاہ حقیقی ہے، کہیں تو مجھ سے مزاح تو نہیں کر رہا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں مزاح نہیں کر رہا، بلکہ میں اس پر قادر ہوں جو تمہیں کہہ رہا ہوں''۔ (۱)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: جنت میں جو سب سے کم تر درجہ والا ہوگا، اسے کیا ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سب سے کم تر درجہ والا جنتی وہ ہوگا جو اس وقت جنت میں آئے گا جب تمام اہل جنت کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو وہ کہے گا: یا اللہ! میں کہاں جاؤں وہاں تو لوگوں نے اپنی اپنی جگہیں اور حصے وصول کر لیے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا تم اس بات پر راضی ہوتے ہو کہ اگر تمہیں جنت میں اتنی جگہ دے دی جائے جتنی دنیا میں کسی بادشاہ کے پاس ہو سکتی ہے؟ تو وہ کہے گا: ہاں یا رب!

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب آخر اھل النار خروجا۔

میں اس پر راضی ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جا تیرے لیے اتنی بڑی جنت ہے جتنی کسی کی بادشاہت ہو، اور اس سے بھی دس گنا تیرے لیے ہے۔ اور تمہیں جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جو تیرا دل چاہے گا اور جو تیری آنکھ پسند کرے گی"۔[1]

جنت کے درجات

انسانوں کی نیکی اور تقویٰ کا معیار ایک جیسا نہیں ہوتا، اس لیے جزا اور بدلہ میں بھی اللہ تعالیٰ فرق رکھیں گے۔ یہ فرق مختلف صورتوں میں سامنے آئے گا۔ ان میں سے ایک صورت جنت کے درجات میں فرق کی ہے۔ کچھ لوگوں کے لیے اعلیٰ درجات کی جنتیں ہوں گی، کچھ کے لیے کم درجات کی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ، أُرَاهُ قَالَ: وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ))[2]

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے۔ خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم دوسرے لوگوں کو بھی یہ بشارت نہ دے دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو (۱۰۰) درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ جب بھی تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو، یہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے۔ اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے اور یہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں"۔

۱۔ ایضاً، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها۔

۲۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله، ح ۲۷۹۰۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ)) [1]

"جنت میں سو (۱۰۰) درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان ایک سو سال کی مسافت جتنا فاصلہ ہے"۔

جنت کے آٹھ دروازے

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ)) [2]

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام 'الریان' ہے، اس میں سے صرف روزہ دار ہی جنت میں جائیں گے"۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جوڑا (یعنی دو چیزوں کا) صدقہ کیا، اسے جنت کے ہر دروازے سے آواز دی جائے گی کہ اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لیے بہتر ہے۔ نمازی کو باب الصلاۃ سے دعوت دی جائے گی، مجاہدین کو باب الجہاد سے، روزہ داروں کو باب الریان سے، صدقہ کرنے والوں کو باب الصدقہ سے دعوت دی جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے تمام دروازوں سے دعوت دی جائے گی؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا شمار انہی میں ہوگا"۔ [3]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جنت کے ایک دروازے کے دونوں کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان ہے یا جتنا مکہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے"۔ [4] (اور یاد رہے کہ ان دونوں مقامات کا باہمی فاصلہ ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ ہے۔)

۱۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنة۔

۲۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، بَاب صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔

۳۔ بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب من جمع الصدقة و اعمال البر۔

۴۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها۔

جنت میں کوئی لغو چیز نہیں ہوگی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿جَنّٰتِ عَدْنِ ٍِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا﴾

''ایسی ہمیشگی والی جنتیں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ وہ لوگ وہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے، صرف سلام ہی سلام سنیں گے، ان کے لیے وہاں صبح وشام ان کا رزق ہوگا۔ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں''۔ [سورۃ مریم:۶۱ تا ۶۳]

جنت میں اہل جنت کو وہ سب ملے گا، جو ان کا دل چاہے گا

جنت چونکہ عیش وعشرت کی جگہ ہوگی، اس لیے جنت میں جانے والوں کو جنت میں ہر وہ نعمت عطا ہوگی جو ان کا دل چاہے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا:

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ لَكُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ كَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ [سورۃ الزخرف: ۷۰ تا۷۳]

''تم اور تمہاری بیویاں راضی خوشی جنت میں چلے جاؤ۔ ان (جنتیوں) کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو، یہاں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے''۔

جنت میں ہر طرح کا اور بغیر حساب رزق دیا جائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا

مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [سورة المؤمن:٣٨تا ٤٠]

"یہ دنیا کی زندگی تو متاع فانی ہے، جب کہ ہیشگی کا گھر تو آخرت ہی کا ہے۔ جس نے گناہ کیا اسے تو وہی بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا ہے اور جس نے نیکی کی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان دار ہو، تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب روزی پائیں گے"۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾
[سورة الطور: ١٧ تا ٢٠]

"بے شک پرہیز گار لوگ جنتوں میں اور نعمتوں میں ہیں۔ جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں، اس پر وہ خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیا ہے۔ تم مزے سے کھاتے پیتے رہو، ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ برابر بچھے ہوئے شاندار تخت پر تکیے لگائے ہوئے۔ اور ہم نے ان کے نکاح گوری چٹی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے کردیے ہیں"۔

اہل جنت پر نوازشیں

اللہ تعالیٰ اہل جنت پر ان کی خوراک، پوشاک اور رہن سہن ہر لحاظ سے ہر طرح کی نعمت اور نوازش فرمائیں گے اور ان کی سوچ اور توقع سے بڑھ کر ان پر اپنا فضل فرمائیں گے۔ ذیل کی آیات اور احادیث میں اس کا ایک ہلکا سا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [سورة الدخان: ٥٠ تا٥٦]

"بے شک متقی لوگ امن وامان والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے۔ دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے

ہوں گے۔ وہاں وہ موت نہیں چکھیں گے، ماسوائے پہلی موت کے (جو دنیا میں آ چکی)۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا ہے۔ یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔

﴿ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَّكَأْسًا دِهَاقًا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا كِذَّٰبًا جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ [سورة النبا: ۳۱تا۳۶]

''بے شک پرہیزگاروں ہی کے لیے کامیابی ہے۔ باغات ہیں اور انگور ہیں۔ اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں (شراب طہور کے)۔ وہاں نہ تو وہ بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹی باتیں سنیں گے۔ (ان جنتیوں کو) تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہوگا''۔

((عن زيد بن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالشَّهْوَةِ وَالْجِمَاعِ حَاجَةُ أَحَدِهِمْ عِرْقٌ يَفِيضُ مِنْ جِلْدِهِ فَإِذَا بَطْنُهُ قَدْ ضَمُرَ))(۱)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر جنتی کو کھانے پینے اور شہوت و جماع کے لیے سو آدمیوں جتنی قوت دی جائے گی اور اہلِ جنت کی قضائے حاجت بس یہی ہوگی کہ ان کے جسم سے پسینہ نکلے گا اور پیٹ ویسے ہی ہلکا ہو جائے گا جیسے پہلے تھا''۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِينَ عَلَى إِثْرِهِمْ كَأَشَدِّ كَوْكَبٍ إِضَاءَةً قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا لَا يَسْقَمُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبْصُقُونَ آنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوَقُودُ مَجَامِرِهِمُ الْأَلُوَّةُ قَالَ أَبُو الْيَمَانِ يَعْنِي الْعُودَ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ))(۲)

۱۔ صحیح الجامع الصغیر: ح۱۶۲۳۔

۲۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں جانے والا سب سے پہلا گروہ ایسا ہوگا کہ (اس میں شامل لوگوں کے) چہرے چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور جو گروہ ان کے بعد داخل ہوگا ان کے چہرے سب سے روشن تارے کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ان سب (جنتیوں) کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے اور ان کے مابین کوئی اختلاف نہ ہوگا اور نہ آپس میں بغض ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے دو بیویاں ہوں گی، اتنی حسین کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اندر سے نظر آ رہا ہوگا۔ جنتی صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔ نہ وہ کبھی بیمار ہوں گے، نہ ان کا ناک بہے گا، اور نہ انہیں تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگ رہا ہوگا اور ان کا پسینہ کستوری کی خوشبو دے رہا ہوگا''۔

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ قَالُوا: فَمَا بَالُ الطَّعَامِ؟ قَالَ: جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا تُلْهَمُونَ النَّفَسَ))[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتی لوگ جنت میں کھائے پئیں گے مگر نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب پاخانہ کی حاجت ہوگی، اور نہ ناک جھاڑنے کی۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ پھر کھانے (کے فاضل مادے) کا کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کستوری کی خوشبو جیسے ڈکار اور پسینہ میں نکل جائے گا۔ اور اہل جنت تسبیح اور تحمید اسی طرح کریں گے جس طرح تم لوگ سانس لیتے ہو''۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا))[2]

۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، ح۷۰۸۳۔ السلسلة الصحيحة، ح۳۶۷۔

۲۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب فی دوام نعيم اهل الجنة۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اہل جنت کے لیے) ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہونے پاؤ گے۔ تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ اور تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی تمہیں بڑھاپا نہیں آئے گا۔ اور تم ہمیشہ ناز و نعم میں رہو گے لہٰذا تم کبھی رنجیدہ و افسردہ نہ ہونا''۔

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ وَطُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا))[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں جانے والے ہر جنتی کی شکل وصورت (ان کے باپ) آدم علیہ السلام پر ہوگی اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ (یعنی نوے فٹ) لمبا تھا''۔

((عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ : يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ اَبْنَاءَ ثَلَاثِيْنَ - اَوْ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ - سَنَةً))[2]

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتی جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان کے بال نہیں ہوں گے، نہ داڑھی مونچھ ہوگی۔ آنکھیں سرگیں ہوں گی اور عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی''۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ وَلَا يَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ))

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیند موت کی بہن ہے اور اہل جنت کو نیند کی حاجت نہیں ہوگی''۔[3]

اہل جنت کے خاندان اکٹھے ہوں گے

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ كُلُوْا

۱۔ مسلم، کتاب الجنة، باب يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير۔

۲۔ ترمذی، کتاب الجنة، باب ما جاء فی سن اهل الجنة۔

۳۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج۱۰۸۷۔

وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِیءٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ [سورۃ الطور: ۱۷ تا ۲۱]

"بے شک پرہیزگار لوگ جنتوں میں اور نعمتوں میں ہیں۔ جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں، اس پر وہ خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیا ہے۔ تم مزے سے کھاتے پیتے رہو، ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ برابر بچھے ہوئے شاندار تخت پر تکیے لگائے ہوئے۔ اور ہم نے ان کے نکاح گوری چٹی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے کر دیے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں گرفتار (گروی) ہے"۔

جنت میں جانے والوں کے دلوں کو حسد و کینہ وغیرہ سے پاک کر دیا جائے گا

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [سورۃ الاعراف: ۴۲،۴۳]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کام نہیں بتاتے، یہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا، ہم اس کو دور کر دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا ورنہ ہماری کبھی اس تک رسائی نہ ہوتی اگر اللہ ہم کو اس تک نہ پہنچاتا۔ اور واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے۔ اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے"۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾ [سورۃ الحجر: ۴۵ تا ۵۰]

''بے شک پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) سلامتی اور امن کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں''۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِّثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں لوگ اس حال میں جائیں گے کہ ان سب کے دل ایک پرندے کے دل کی مانند ہوں گے''۔[1]

اہل جنت کے ملبوسات

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴾

''بے شک متقی لوگ امن وامان والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے''۔ [سورۃ الدخان: ۵۰ تا ۵۲]

﴿ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴾ [سورة الكهف: ۳۱]

''ان (جنتیوں) کو جنت میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم وباریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے، وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے''۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جنت کی نعمتوں میں سے اگر ایک ناخن برابر بھی کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو آسمان وزمین کے مابین جتنی جگہ ہے سب چمک اٹھے۔ اگر کوئی جنتی اپنے کنگن سمیت دنیا کی طرف جھانک لے تو سورج کی روشنی اس طرح ختم ہو جائے جس طرح سورج طلوع ہونے کے بعد ستاروں کی روشنی ختم ہو جاتی ہے''۔[2]

۱۔ مسلم، کتاب الجنة۔

۲۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة اهل الجنة۔

اہل جنت کے خادم

﴿ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴾ [سورة الواقعة: ١٧ تا ٢٠]

''ان (جنتیوں) کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے) ہی رہیں گے، آمد ورفت کریں گے۔ آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئے شراب سے لبریز ہو، جس سے نہ سر میں درد ہو اور نہ عقل میں فتور آئے۔ اور ایسے میوے لیے جو ان کی پسند کے ہوں اور پرندوں کا گوشت جو انہیں پسند لگتا ہو''۔

﴿ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴾ [سورة الطور: ٢٤]

''اور ان کے ارد گرد ان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے، اور ایسے معلوم ہوں گے جیسا کہ ڈھک (چھپا) کر رکھے گئے موتی ہوں''۔

اہل جنت کی بیویاں اور حوریں

قرآن مجید میں اہل جنت کے لیے پاکیزہ بیویوں اور حسین وجمیل حوروں کا ذکر ملتا ہے۔ بعض اہل علم کے بقول یہ دو طرح کی بیویاں ہوں گی، ایک وہ جنہیں قرآن مجید میں بیویاں ہی کہا گیا ہے اور ایک وہ جنہیں قرآن مجید میں حوریں کہا گیا ہے۔ ان حوروں کے ساتھ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کی شادی کریں گے، اس لیے یہ بھی اہل جنت کے لیے بیویاں ہی ہوں گی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴾ [سورة الطور: ٢٠]

''اور ہم نے ان کے نکاح گوری چٹی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے کر دیے ہیں''۔

اسی طرح جو بیویاں دنیا میں ساتھ رہی ہوں گی، وہ جنت میں بھی ساتھ ہوں گی اور انہیں بھی حسین وجمیل، جوان اور پاکیزہ بنا دیا جائے گا۔ گویا انہیں نئے سرے سے پیدا کیا گیا ہو، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ إِنَّا أَنشَأْنٰهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا ﴾ [الواقعة: ٣٥ تا ٣٨]

''اور ہم نے ان (کی بیویوں) کو خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دیا ہے، محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں''۔

جنتی بیویوں اور حوروں کی خوبصورتی اور جوانی کا بس ہلکا سا اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے، ورنہ اصل صورتحال کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر جنتی عورتوں (حوروں) میں سے کوئی زمین کی طرف جھانکے تو ساری زمین روشن اور معطر ہو جائے اور جنتی عورت کا دوپٹہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہے''۔[۱]

ہر جنتی شخص کو قوت و طاقت بھی کم از کم سو آدمیوں کے برابر دی جائے گی اور جنت میں بیویوں اور حوروں کی بھی ایک بڑی تعداد اس کے ساتھ ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے کم مقام والے جنتی کو اَسی (۸۰) ہزار خادم اور بہتر (۷۲) بیویاں ملیں گی۔[۲]

حوروں کے بیان پر یہ سوال بھی ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ مردوں کو تو حوریں ملیں گی، عورتوں کو کیا ملے گا؟ اس سلسلہ میں واضح رہے کہ شادی شدہ عورتیں تو اپنے خاوندوں کے ساتھ ہوں گی، جب کہ وہ عورتیں جن کی دنیا میں شادی نہ ہوئی یا شادی کے بعد طلاق ہو گئی، انہیں بھی اللہ تعالیٰ مختلف جنتی مردوں کی زوجیت میں دیں گے، حتیٰ کہ کوئی عورت ایسی نہ رہے گی جسے خاوند نہ ملے اور یہ خاوند دنیا میں ایمان و اسلام کی حالت میں مر کر جنت میں جانے والے انسانوں ہی میں سے ہوں گے، کوئی اور مخلوق نہ ہوں گے۔ البتہ ایسا نہیں ہوگا کہ ایک عورت کے کئی خاوند ہوں، بلکہ خاوند ایک ہی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا؛ اہل جنت کے لیے سب سے بڑی نعمت

جنت میں اہل جنت کو جن نعمتوں اور نوازشوں سے نوازا جائے گا وہ سب اہل ایمان کے لیے باعث صد مسرت کا ذریعہ ہوں گی، مگر ان سب سے بڑھ کر نوازش اور نعمت یہ ہوگی کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کی سعادت سے بہرہ مند فرمائیں گے اور انہیں کہیں گے میں تم سے راضی ہوں۔ اللہ کی یہ رضا سب سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ [سورة التوبة: ۷۲]

۱۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین و صفتهن۔

۲۔ ترمذی، کتاب الجنة، باب ۲۳، ح۲۵۶۲۔ مسند احمد، ج۳، ص۷۶۔

''ان ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں سے اللہ نے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں، اور اللہ کی رضا مندی (انہیں حاصل ہوگی جو) سب سے بڑی چیز ہے، یہی زبردست کامیابی ہے''۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے: ''اے اہل جنت!'' جنتی کہیں گے: ''جی ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں تیری جناب میں اور ہر طرح کی سعادت تیرے ہی ہاتھ میں ہے''۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''کیا تم (جنت اور اس کی نعمتوں پر) راضی ہو؟'' وہ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! بھلا ہم کیوں راضی نہ ہوں گے، آپ نے تو ہمیں سب کچھ عطا کر دیا ہے جو کہ دیگر مخلوق کو عطا نہیں کیا''۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''میں تمہیں اس سے زیادہ بہتر چیز عطا کروں؟'' جنتی کہیں گے: ''یا اللہ! اب مزید بہتر کون سی چیز ہو سکتی ہے؟'' تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

((اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا))[1]

''میں نے اپنی رضا تمہارے لیے حلال کر دی، اب میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا''۔

جنت پالینا انسان کے لیے سب سے بڑی کامیابی ہے

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [سورة آل عمران:١٨٥]

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو بس دھوکے کی جنس ہے''۔

جنت کی کامیابی کے لیے نیک عمل اور اللہ کی رضا کا حصول ضروری ہے

جنت اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، جس پر وہ چاہے اس فضل کا اظہار کرے، مگر اس کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے

١۔ مسلم، كتاب الجنة، باب احلال الرضوان على اهل الجنة۔

اس فضل کا اظہار ان پر کرے گا جو نیک نیتی سے اور حتی الممکن حد تک اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں اور اس کی رضامندی کے لیے اپنا سر تسلیم خم کر دیں۔ ہر مسلمان سے اللہ تعالیٰ کا یہی تقاضا ہے، لہٰذا ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم اس چیز کے پابند ہیں کہ ہم اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور اس سے جنت جیسے انعام کی امید رکھیں، اور اس کے لیے دعا بھی کرتے رہیں۔ تاکہ ہمارے ان نیک اعمال اور دعا کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی جنت میں جگہ دے دیں۔

آئندہ سطور میں وہ دلائل ملاحظہ فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت ان لوگوں کو ملے گی جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور دینی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔

(۱)...... ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [سورة الفتح: ١٧]

''جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے (درختوں) تلے نہریں جاری ہیں اور جو کوئی منہ پھیر لے، اسے وہ دردناک عذاب (سزا) دے گا''

(۲)...... ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [سورة المومن: ٤٠]

''اور جس نے بھی نیکی کی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان دار ہو تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے شمار روزی پائیں گے''۔

(۳)...... ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ [سورة النساء: ١٢٢]

''جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ہم انہیں جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں، وہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟''۔

(٤)...... ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّاْبٰى؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰى))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں جائے گی، سوائے اس کے جس نے خود ہی انکار کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! (جنت

میں جانے سے) انکار کون کرے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ تو جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے گویا (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا''۔ (۱)

(۵)......حضرت عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک روز اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''تین طرح کے لوگ جنت میں جائیں گے:

۱۔ عادل، صادق اور نیکی کی توفیق دیا جانے والا حکمران۔

۲۔ قریبی رشتہ دار اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ مہربانی اور رحم دلی کرنے والا۔

۳۔ پاک دامن اور اہل و عیال والا ہونے کے باوجود کسی سے سوال نہ کرنے والا''۔ (۲)

اسی طرح مسجد بنانے والا، یتیم کی پرورش کرنے والا، بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا، شرمگاہ اور زبان کی حفاظت کرنے والا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، اچھا اخلاق اپنانے والا، تقویٰ اختیار کرنے والا، بیمار کی عیادت کرنے والا، اپنے فرائض پورے کرنے والا، بیماری اور مصیبت پر صبر کرنے والا، والدین کی خدمت کرنے والا، وغیرہ......ان سب لوگوں کے بارے میں بھی ذکر ملتا ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے، تاہم یہ عزیمت کی بات ہے کہ کوئی اس طرح کے خیر و بھلائی والے کام اپنی خوشی اور رغبت سے کرے ورنہ انسان کی کوشش عام طور پر یہی ہوتی ہے کہ اپنی خواہشات کی تابعداری کرے اور نیکی اور خیر کے مشکل کاموں سے دور بھاگے۔ اسی لیے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جنت اور جہنم میں لے جانے والے کاموں کے بارے میں اس طرح تمثیل دی کہ

((حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ)) (۳)

''جنت کے گرد ان چیزوں کی باڑ ہے جو (بالعموم انسان کو) ناپسند لگتی ہیں اور جہنم کے گرد ان چیزوں کا کور ہے جو (انسان کو) اچھی لگتی ہیں''۔

......☆......

۱۔ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ۔
۲۔ مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة و اهل النار۔
۳۔ مسلم، کتاب الجنة، باب صفة الجنة۔

باب ۷

انسان اور جہنم

قرآن مجید میں ایک مقام پر یہ بات کہی گئی ہے کہ

﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ [النسآء: ۱٤٧]

''اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو''۔

یعنی اگر انسان دنیا میں اللہ کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق نیک سیرت اور خوش اخلاق بن کر زندگی گزارے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر ظلم کریں اور اسے جہنم کی آگ میں سزا دیں، تاہم دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار لوگ ایسے ہیں اور ہمیشہ رہے ہیں جنہیں نصیحت و تلقین اثر نہیں کرتی، اور وہ سرکشی اور بغاوت کی ہر حد پار کرنا اپنی ضرورت بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ حقوق اللہ کی ادائیگی تو دور کی بات حقوق العباد کی بھی پروا نہیں کرتے اور معاشرے میں بدامنی پھیلاتے اور دوسروں پر دست درازی کرتے ہیں۔ بعض اوقات تو انہیں اپنے کیے کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے لیکن اکثر اوقات انہیں سزا نہیں ملتی یا ملتی ہے تو اتنی نہیں ملتی جتنی ملنی چاہیے۔ ظاہر ہے اللہ کا قانون اور عذاب کا کوڑا بڑا طاقتور ہے، یہ لوگ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے اور یہ عذاب انہیں اگر دنیا میں نہ ملا تو موت کے ساتھ ہی ملنا شروع ہو جائے گا اور پھر روز حشر حساب کتاب کے بعد جہنم کی شکل میں جب تک اللہ چاہے، ملتا رہے گا۔

ا۔ جہنم اور اس کے عذاب

جہنم اللہ کا بنایا ہوا قید خانہ ہے

جہنم کیا ہے؟ اللہ کا بنایا ہوا قید خانہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے دنیا میں بااقتدار لوگ اور حکومتیں اپنے زیر اقتدار علاقوں میں امن وامان اور اپنی حکومت وتسلط کو قائم رکھنے اور اپنے باغیوں، سرکشوں اور دیگر مجرموں کو سزا دینے کے لیے قید خانے بناتی ہیں۔ دنیا میں ایسے ظالم لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے مخالفوں کو ایسے قید خانوں میں ڈالا اور ایسی ایسی سزائیں دیں کہ وہ ضرب الامثال بن گئے، لیکن اللہ تعالیٰ سے ظلم کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ ہر کام عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق کریں گے۔ چنانچہ مجرموں

کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ بھی اس کے عدل کا اظہار ہے اور یہ عذاب اور سزا ایسی سخت ہوگی کہ دنیا میں اتنی سخت سزا کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ اس کا عام سا اندازہ آپ اسی بات سے کر لیں کہ دنیا کی آگ انسان کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے جب کہ جہنم کی آگ اس آگ سے بھی تقریباً ستر (۷۰) گنا زیادہ سخت ہوگی۔ یہی صورتحال دوسرے عذابوں کی ہوگی۔ آئندہ سطور میں ہم اس قید خانے اور اس میں جہنمیوں کو دی جانے والی سزاؤں کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ بات کریں گے۔

جہنم میں صرف گنہگار لوگ جائیں گے

جہنم میں وہی لوگ جائیں گے جنہوں نے دنیوی زندگی میں اللہ کے حقوق یا بندوں کے حقوق میں کسی بھی طرح کی کوتاہی کا مظاہرہ کیا ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱)...... ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ [سورة الجن: ۲۳]
''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ (نافرمانی کرنے والے) ہمیشہ رہیں گے''۔

(۲)...... ﴿وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾
''اور جو برائی لے کر آئیں گے، وہ اوندھے منہ (جہنم کی) آگ میں جھونک دیئے جائیں گے، تم صرف وہی بدلہ دیے جاؤ گے جو (برائی) تم کرتے رہے''۔ [سورة النمل: ۹۰]

(۳)...... ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ [سورة السجدة: ۲۰]
''جن لوگوں نے (اللہ کی حکم) عدولی کی، ان کا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ ہے۔ جب کبھی وہ اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کا عذاب چکھو''۔

(٤)...... ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ [سورة ق: ۲٤تا۲۹]

''ڈال دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو، جو نیک کام سے روکنے والا، حد سے گزر جانے والا اور شک کرنے والا تھا، جس نے اللہ کے سوا دوسرا معبود بنالیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ہم نشین (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا، بس میرے سامنے جھگڑے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں''۔

اہل جہنم کو دیئے جانے والے عذاب کی مختلف شکلیں

جہنم میں اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو ہر وہ سزا دیں گے جو اللہ چاہیں گے، اس لیے کہ جہنم اس ذات کی بنائی ہوئی جیل ہے جو ساری کائنات کی خالق و مالک ہے اور ظاہر ہے ایسی طاقتور ہستی کی سزا بھی بڑی سخت اور اذیت ناک ہوگی۔ اس کا ہلکا سا اندازہ آپ اس سے لگالیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

((اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ عَلٰى اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ)) (۱)

''قیامت کے روز جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اس جہنمی کو ہوگا جس کے دونوں پاؤں تلے آگ کے دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے اور ان کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح جوش مارے گا جس طرح ہنڈیا چولہے پر جوش مارتی ہے!''۔

ایک روایت میں اس طرح بھی بیان ہوا ہے کہ ''جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اس جہنمی کو ہوگا جسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی، ان کے تسمے بھی آگ کے ہوں گے اور ان کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح جوش مارے گا جس طرح ہنڈیا جوش مارتی ہے اور وہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ عذاب کسی کو نہیں دیا جا رہا حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب دیا جا رہا ہوگا!''۔ (۲)

قرآن وحدیث میں ہمیں بعض ایسی سخت سزاؤں اور عذابوں کا ذکر ملتا ہے جو اہل جہنم کو اللہ کی طرف سے دی جائیں گی۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار۔ مسلم، کتاب الایمان۔

۲۔ مسلم، کتاب صفة الجنة۔

اہل جہنم کا لباس آگ کا ہوگا

جہنمیوں کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ‎ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ [سورة الحج:١٩تا٢٢]

''پس کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی اور ان کی سزا کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیے جائیں گے اور (کہا جائے گا) جلنے کا عذاب چکھو!''۔

اہل جہنم کا کھانا پینا کانٹے اور گرم کھولتا پانی اور پیپ وغیرہ ہوگا

جہنمیوں کو کھانے کے لیے کانٹے دار درخت اور پینے کے لیے گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں کٹ جائیں گی۔ اسی طرح انہیں پیپ اور گندا خون پینے کو دیا جائے گا۔ اب اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(١)...... ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ‎ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ‎ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ [الصافات: ٦٢تا٦٨]

''کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر (زقوم) کا درخت؟ جسے ہم نے ظالموں کے لیے سخت آزمائش بنا رکھا ہے۔ بے شک جو درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے، جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔ (جہنمی) اسی درخت میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس پر گرم جلتے جلتے پانی کی ملونی ہوگی۔ پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی (آگ کی) طرف ہوگا''۔

(٢)...... ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ‎ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ‎ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ‎ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ‎ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ‎ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ‎ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ‎ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ [سورة الدخان:٤٣تا٥٠]

''بے شک زقوم (تھوہر) کا درخت، گنہگار کا کھانا ہے۔ جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے، مثل تیز گرم کھولتے پانی کے۔ (حکم ہوگا کہ) اسے پکڑ لو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچا دو، پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ۔ (اس سے کہا جائے گا) چکھتا جا تو تو بڑی عزت اور بڑے اکرام والا تھا۔ یہی وہ چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے''۔

(۳)...... ﴿ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ ﴾ [سورة محمد:۱۵]

''ان (جہنمیوں) کو گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا''۔

(٤)...... ﴿ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ وَّآخَرُ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ ﴾ [سورة صٓ: ۵۵ تا۵۷]

''سرکشوں کے لیے بڑی ہی بری جگہ ہے، وہ جہنم ہے جس میں وہ جائیں گے۔ (آہ!) کیا ہی برا بچھونا ہے۔ یہ ہے، پس اسے چکھو، گرم پانی اور پیپ کو! اور یہ کچھ اور اسی شکل کی طرح کی اور چیزیں (ان کی تواضع کے لیے ہوں گی!)''۔

اہل جہنم کے اردگرد آگ ہی آگ ہوگی

جہنم میں ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی، آگ ہی کے لباس جہنمیوں کو پہنائے جائیں گے، آگ ہی کھانے کو دی جائے گی، آگ ہی میں وہ اُلٹائے پلٹائے جائیں گے۔ ان کے اوپر بھی آگ ہوگی اور نیچے بھی آگ ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴾ [سورة الزمر:١٦]

''انہیں نیچے اوپر سے آگ کے (شعلے مثل) سائبان (کے) ڈھانک رہے ہوں گے۔ یہی (عذاب) ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے، اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو''۔

﴿ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [سورة الانبياء: ٣٩]

''کاش! یہ کافر جانتے کہ اس وقت نہ تو یہ کافر آگ کو اپنے چہروں سے ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی''۔

اہل جہنم کو بڑے بڑے طوق اور وزنی زنجیریں ڈالی جائیں گی

جہنمیوں کو ایک سزا یہ دی جائے گی کہ ان کی گردنوں میں بڑے بڑے طوق ڈال دیئے جائیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں جکڑ دیئے جائیں گے، اوپر سے لوہے کے گرزوں اور آگ کے تھپیڑوں کے ساتھ ان کی پٹائی کی جائے گی جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

(۱)...... ﴿ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴾ [سورة الدهر: ٤]

''بے شک ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے''۔

(۲)...... ﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴾

''جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جائیں گے، کھولتے ہوئے پانی میں اور پھر جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے''۔ [سورۃ غافر: ۷۱،۷۲]

(۳)...... ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴾ [سورة الحاقة: ١٥ تا٣٧]

''لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش! مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا، میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو، پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیائش ستر ہاتھ ہے، جکڑ دو''۔

یا اللہ! ہمیں اپنے رحم و کرم سے جہنم اور اس کے عذابوں سے محفوظ فرما دے، آمین!

اہل جہنم نہایت بری حالت میں رکھے جائیں گے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا جَزَآءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ [سورة النبا: ٢١ تا٣٠]

''بے شک جہنم گھات (کی جگہ) ہے، سرکشوں کا ٹھکانہ وہی ہے۔ اس میں وہ قرنوں (صدیوں) تک

پڑے رہیں گے۔ نہ کبھی اس میں ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے، نہ پانی کا۔ سوائے گرم پانی اور (بہتی) پیپ کے۔ (ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا۔ انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی۔ اور بے باکی سے ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔ ہم نے ہر ایک چیز کو لکھ کر شمار کر رکھا ہے۔ اب تم (اپنے کیے کا) مزہ چکھو، ہم تمہارا عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے"۔

اہل جہنم کو جہنم میں نہ موت دی جائے گی اور نہ ان کا عذاب کم کیا جائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴾ [سورة فاطر:٣٦]

"اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم کافروں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں"۔

۲۔ اہل جہنم کی حسرتیں، آرزوئیں اور تمنائیں

۱۔ اہل جہنم دنیا میں واپس جانے اور نیک عمل کرنے کی بے فائدہ حسرت کریں گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱)...... ﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ [سورة المومنون:١٠٣ تا ١٠٨]

"جن کی ترازو کا پلہ (روزِ قیامت) ہلکا ہو گیا (تو) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا (اور) جو ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ لپیٹے مارے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔ (ان سے پوچھا جائے گا) کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی، (واقعی) ہم تھے ہی گمراہ۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے، اگر اب بھی ہم

ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو''۔

(۲)...... ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا غَيْرَ ٱلَّذِى كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ فَذُوقُوا۟ فَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴾ [سورۃ فاطر:۳۷]

''اور وہ لوگ اس (جہنم) میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں (اس سے) نکال لے، ہم اچھے کام کریں گے، برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔ (اللہ فرمائیں گے) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا، وہ سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا، پس اب مزہ چکھو کہ (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں''۔

(۳)...... ﴿ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا۟ رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَٱرْجِعْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ وَلَوْ شِئْنَا لَءَاتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَىٰهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ ٱلْقَوْلُ مِنِّى لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ فَذُوقُوا۟ بِمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَآ إِنَّا نَسِينَٰكُمْ وَذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [سورۃ السجدۃ: ۱۲تا۱۴]

''کاش! کہ آپ دیکھتے کہ جب گنہگار لوگ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے، کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، اب تو ہمیں واپس لوٹا دے، ہم نیک اعمال کریں گے، ہم یقین کرنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے، لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا۔ اب تم اپنے اس دن کی ملاقات کے فراموش کر دینے کا مزہ چکھو، ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا ہے اور تم اپنے کیے ہوئے اعمال (کی شامت) سے ابدی عذاب کا مزہ چکھو!''۔

۲۔ اہل جہنم اپنے برے اعمال پر پچھتائے گے مگر فائدہ کچھ نہ ہوگا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ إِذَآ أُلْقُوا۟ فِيهَا سَمِعُوا۟ لَهَا شَهِيقًا وَهِىَ تَفُورُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا۟ بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ ٱللَّهُ مِن شَىْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ كَبِيرٍ وَقَالُوا۟ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا

فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ [سورة الملك: ٦تا١١]

''اور اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے۔ جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہے کہ (ابھی) غصے کے مارے پھٹ جائے، جب کبھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا، اس سے جہنم کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ بے شک آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ (ارشاد ہوگا کہ) تم بہت بڑی گمراہی ہی میں ہو۔ اور وہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں (شریک) نہ ہوتے۔ پس انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ اب یہ دوزخی دفع ہوں''۔

۳۔ اہل جہنم دنیا میں نیکی کر لینے کی حسرت اور افسوس کریں گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾ [سورة الفجر: ٢٣تا٢٦]

''اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی، اس دن انسان کی سمجھ میں آئے گا، مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟! وہ کہے گا کہ کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا۔ پس آج اللہ کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا، نہ اس کی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہوگی''۔

۴۔ اہل جہنم جنتیوں سے پانی وغیرہ مانگیں گے مگر انہیں کچھ بھی نہیں دیا جائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾

''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو، یا اور ہی کچھ دے دو، (اس میں سے) جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں کافروں کے لیے حرام کر دی ہیں، جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنائے رکھا تھا اور جن کو

دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، پس آج ہم (بھی) ان کے نام بھول جائیں گے جیسا کہ وہ اس دن کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے"۔[سورۃ الاعراف:۵۰،۵۱]

۵۔اہلِ جہنم جہنم میں موت مانگیں گے مگر انہیں موت نہیں دی جائے گی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴾ [سورۃ الزخرف:۷٤تا۸۰]

"بے شک گنہگار لوگ عذابِ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے۔ اور یہ پکار پکار کر (جہنم کے 'مالک' نامی داروغے فرشتے سے) کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے۔ وہ (فرشتہ) کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ اسی میں) رہنا ہے۔ (اللہ فرماتے ہیں) ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے تھے۔ کیا انھوں نے کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو یقین مانو کہ ہم بھی پختہ کام کرنے والے ہیں۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے، (یقیناً برابر سن رہے ہیں) بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں"۔

٦۔اہلِ جہنم عذاب میں تخفیف کی التجا کریں گے مگر ان کی التجائیں نہیں سنی جائیں گی

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴾

"اور (تمام) جہنمی مل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کردے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزے لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے، ہاں کیوں نہیں۔ تو داروغے کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر اور بے راہ ہے"۔[سورۃ غافر:۴۹،۵۰]

۳۔ دائمی اور وقتی جہنمی

علماء وفقہاء کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے کہ آیا جہنم ہمیشہ رہے گی اور کیا اس میں سزا پانے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ہمیشہ وہاں سزا پاتے رہیں گے؟

جمہور علمائے اہلسنت کی رائے اس مسئلہ میں اثبات میں ہے یعنی جہنم ہمیشہ رہے گی، کبھی فنا نہیں ہوگی اور اس میں بعض لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذاب دیئے جاتے رہیں گے۔ اہلسنت ہی کے بعض علماء اور ان کے علاوہ کچھ اور اہل علم اس مسئلہ میں دوسری رائے کے بھی قائل ہیں، وہ یہ کہ جنت تو ہمیشہ رہے گی مگر جہنم ہمیشہ نہیں رہے گی، بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ کے اس فرمان کے بموجب کہ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے) اور اس اعلان کے مطابق کہ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ (میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لے گئی ہے) جہنم فنا کر دی جائے گی۔

یہ دونوں آراء قرآن وحدیث کے دلائل اور ان سے مستنبط فہم کی بنیاد پر قائم ہیں۔ جہنم کے فنا ہو جانے سے متعلقہ دلائل کی تفصیلات کے لیے ابن قیم تلمیذِ ابن تیمیہؒ کی کتابیں یعنی ''شفاء العلیل'' اور ''حادی الارواح'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ موصوف خود بھی جہنم کے فنا ہونے کے قائل تھے اور اس پر انہوں نے قرآن وحدیث کے علاوہ سلف سے بھی اپنی تائید میں بعض اقوال درج کیے ہیں۔ اردو دان طبقہ اس سلسلہ میں ''سیرت النبی'' (از: شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی) کی اس جلد کا مطالعہ کر سکتا ہے جس میں ندوی صاحب نے منصبِ نبوت اور عقائد وایمانیات پر بحث کرتے ہوئے جہنم کے فنا ہونے کی رائے دی ہے۔

آئندہ سطور میں ہم اس مسئلہ میں جمہور علمائے اہلسنت کے موقف کے مطابق کچھ بات کریں گے۔

دائمی جہنمی: کافر، مشرک، اعتقادی منافق اور مرتد

جمہور علمائے اہلسنت کے موقف کے مطابق جہنم میں بعض لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سزا دی جائے گی۔ ان میں کافر، مشرک، اعتقادی منافق اور اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جانے والے لوگ شامل ہیں۔ کافر اسے کہتے ہیں جو اللہ کو یا اللہ کی کسی کتاب کو یا اللہ کے کسی سچے نبی کو نہ مانتا ہو، یا فرشتوں اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس تعریف کے مطابق یہود ونصاریٰ بھی اسی قسم میں شمار ہوتے ہیں۔ جب کہ مشرک اسے کہتے ہیں جو اللہ کو مانتا ہو مگر اللہ کے ساتھ اور معبودوں کی خدائی کا بھی قائل ہو۔

قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر کفار ومشرکین کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور انہیں دیا جانے والا عذاب بھی کبھی ختم نہ کیا جائے گا۔ اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)...... ﴿ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴾

''پس ہم یقیناً ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدلہ (ضرور) ضرور دیں گے۔ اللہ کے دشمنوں کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے، (یہ) بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا''۔ [سورۃ حم السجدۃ: ۲۷، ۲۸]

(۲)...... ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴾ [سورة المائدة: ٣٦، ٣٧]

''یقین مانو کہ کافروں کے لیے اگر وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے بلکہ اسی کے مثل اور بھی ہو اور وہ اس سب کو قیامت کے دن عذابوں کے بدلے فدیے میں دینا چاہیں تو بھی ناممکن ہے کہ ان کا فدیہ قبول کر لیا جائے، ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے۔ یہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں لیکن یہ ہرگز اس سے نہیں نکل سکیں گے، ان کے لیے تو دائمی عذاب ہیں''۔

۲۔ مشرکوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱)...... ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ [سورة النساء: ١١٦]

''اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے (اللہ) معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا''۔

(۲)......﴿ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾

''بے شک جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو حرام کر دیا ہے، اس کا

ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''۔[سورۃ المائدۃ:۷۲]

۳۔اسی طرح جو لوگ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائیں وہ بھی چونکہ کافر شمار ہوتے ہیں، اس لیے وہ بھی جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [سورة البقرة:۲۱۷]

''اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ (مرتد ہو) جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے''۔

۴۔علاوہ ازیں وہ لوگ جو اعتقادی نفاق میں مبتلا ہوں مگر بظاہر انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو، وہ بھی دائمی جہنمی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [سورة النساء: ۱۴۵، ۱۴۶]

''منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پا لے۔ ہاں جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کے لیے دینداری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دیں گے''۔

وقتی سزا پانے والے غیر دائمی جہنمی

گزشتہ سطور میں جن لوگوں کے بارے میں دائمی جہنمی ہونے کی بات کی گئی ہے، ان کے علاوہ ایسے لوگ بے شمار ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی سزا کے لیے کچھ وقت جہنم میں رکھا جائے گا۔ ان لوگوں کا جہنم میں رہنے کا وقت اور عذاب ان کے گناہوں کے حساب سے کم وبیش کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس عذاب اور سزا کے بعد انہیں بالآخر جہنم سے نکال کر جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہیں گے جنت میں داخل کریں گے اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں کو حکم) فرمائیں گے: دیکھو! جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے، اسے آگ سے نکال لو، چنانچہ جہنم سے بعض لوگ اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے، تو انہیں نہر حیات (یا راوی نے کہا) نہر حیاء میں ڈالا جائے گا اور وہ اس تیزی سے نشو ونما پائیں گے جس تیزی سے بیج سیلاب میں اگتا ہے"۔[1]

جہنم سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہیے

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ جہنم میں وہ لوگ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا۔ ایسے لوگوں کو ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کے حساب سے اس جہنم میں طرح طرح کی اذیت ناک سزائیں دی جائیں گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم اور اس کے اذیت ناک عذابوں سے بچالے اور اپنی جنت میں جگہ دے دے تو پھر ہمیں ان تمام نیک کاموں کی طرف توجہ دینی چاہیے جو اللہ کی رضا کا ذریعہ ہیں اور ہر ایسے کام (گناہ) سے دور بھاگنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے اور برے عملوں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جہنم سے بچا کر اپنی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین!

(مبشر حسین، ادارہ تحقیقات اسلامی،
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی،
اسلام آباد 0300-4663278)

......☆......

١۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار۔

مصنف کی دیگر مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب
1	قیامت کی نشانیاں
2	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں ان کی تعبیر کا منہج)
3	عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم (مع روحانی علاج معالجہ)
4	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
5	اسلام میں تصور جہاد
6	جہاد اور دہشت گردی
7	اللہ اور انسان
8	انسان اور رہبر انسانیتؐ
9	انسان اور قرآن
10	انسان اور فرشتے
11	انسان اور شیطان
12	انسان اور جادو، جنات
13	انسان اور کالے پیلے علوم
14	هدية العروس (ازدواجی وخانگی احکام ومسائل)
15	هدية الوالدين (اولاد اور والدین کے باہمی مسائل)
16	هدية النسآء (خواتین کی اخلاقی تربیت اور احکام ومسائل)
17	جہیز کی تباہ کاریاں
18	کیا موسیقی حرام نہیں؟!
19	جدید فقہی مسائل
20	خوش گوار گھریلو زندگی
21	انسان اور نیکی
22	انسان اور گناہ

صاحبِ تصنیف ...... ایک نظر میں

نام : مبشر حسین

تاریخ پیدائش: 21-01-1978 [لاہور]

دینی تعلیم: [دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث تینوں مکتبِ فکر کے علماء و مدارس سے استفادہ]

1989-90 حفظ القرآن

1991-92 تجوید و قراءت، ترجمہ قرآن، عربی گرائمر

1992-99 درس نظامی + وفاق المدارس [الشهادة العالمية] ممتاز درجہ میں

عصری تعلیم:

1996 میٹرک [فرسٹ ڈویژن]

1999 ایف۔اے [فرسٹ ڈویژن]

2001 بی۔اے [اے گریڈ، پنجاب یونیورسٹی]

2004 ایم۔اے [اسلامیات، اے گریڈ۔ پنجاب یونیورسٹی]

2004 پی ایچ ڈی [زیر تکمیل]

تدریسی وتحقیقی ذمہ داریاں:

1999-2000 مدرّس، جامعة الدعوة الاسلامية مريدكے، لاہور

2000 مدرس، جامعة الدراسات الاسلامية، کراچی

2001-2004 ریسرچ سکالر، اسلامك ریسرچ کونسل، نائب مدیر ماہنامہ 'محدث' لاہور

2004-2005 لیکچرر، پریسٹن یونیورسٹی، لاہور کیمپس

2006- تا حال ریسرچ ایسوسی ایٹ / لیکچرر (IRI)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

تصنیف وتالیف:

1- تقریباً 50 تحقیقی مضامین [فکر ونظر، دعوۃ، محدث، ترجمان القرآن، ایشیا وغیرہ میں] شائع ہو چکے ہیں

2- 20 سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

3- نیز مختلف کتابوں کے تراجم وحواشی، تخریج وتحقیق وغیرہ۔

4- مختلف دینی رسائل وجرائد سے قلمی تعاون، علمی وادارتی مشاورت۔ وللہ الحمد!
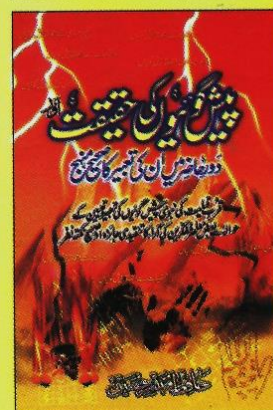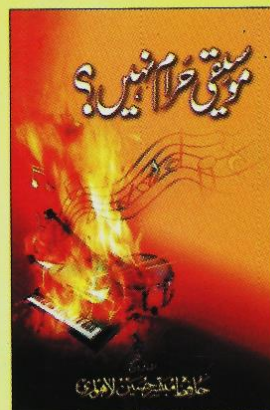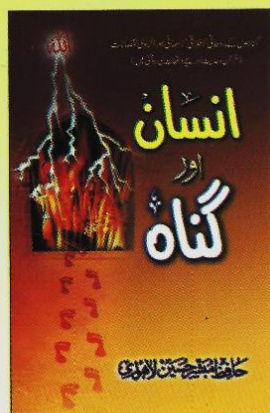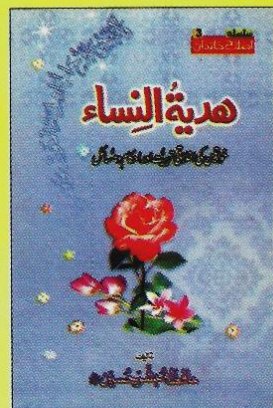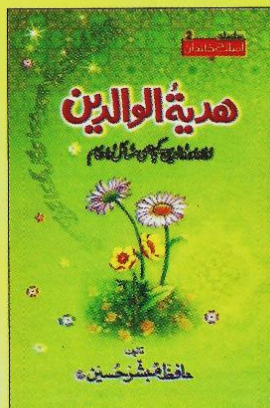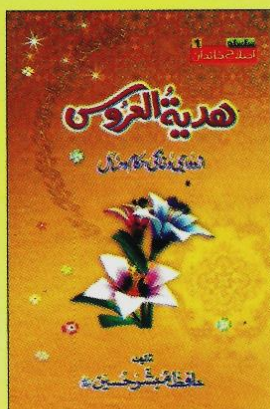
Rs.100/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)

Ph. 011-23282550, email: apd1542@gmail.com